ماہنامہ
مجلۃ الحقیقہ
شکرگڑھ پاکستان

دسمبر ۲۰۰۰ء ❁ رمضان ۱۴۲۱ھ

قرآن حکیم سے کسبِ فیض
سرپرستِ اعلیٰ کے قلم سے

جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے
اُس کے سابقہ گناہوں کو **مُعاف** کر دیا جائے گا (حدیث)

غزوۂ بدر
عزم و استقلال کی داستان



عالمِ اسلام اور مسائل کا حل
— صدرِ پاکستان کی زبان سے

اہلِ حدیث عالم کا احتجاج

قادیانی "نبی" کی کہانی
عقیدۂ ختمِ نبوت پر شب خون مارنے والے دجال کے شب و روز

آلِ رسول سے خاندانِ صدیق تک کے تعلقات کے ایمان افروز مناظر

دیگر معلومات بڑھانے والی تحقیقی تحریریں

پروفیسر محمد حسین آسی

حمد و نعت

مرجعِ ہستی خدائے پاک ہے
مرکزِ تخلیق شہِ لولاک ہے

جو بھی ڈرتا ہے خدائے پاک سے
وہ کے ہر خوف سے وہ پاک ہے

جو غلامِ مصطفیٰ ہے دوستو!
بالیقیں آزاد ہے بے باک ہے

آقا [illegible] مالکِ الملک سے
شاہِ کوثر، مالکِ املاک ہے

وحدہ تو وحدہ ہے بالیقیں!
عبدہ بھی برتر از ادراک ہے

گونج تحت و فوق حمد و نعت کی
فرش ہے یا گنبدِ افلاک ہے

ذکرِ [illegible] اللہ و سرکار کا
زہرِ غم کا اک یہی تریاق ہے

کیمیا ہے جاں ہے عشقِ مصطفیٰ
باقی سب دنیا خس و خاشاک ہے

عشق ہے جو ہے بالآخر کامیاب
عشق ہے جس کا گریباں چاک ہے

نکتے سے پہلے پہنچ جاتا ہے
عشق بالاتر کی بھی کیسی دھاک ہے

کس کا صدقہ ہے رسول اللہ کا
محترم اس درجہ مشتِ خاک ہے

یا نبی صدقے تری تکبیر کے
آج تک تا بہ یقیں نمناک ہے

رحمۃ للعالمین کا ہر عدو
فتنہ پرور، مفسد، سفاک ہے

کہتا ہے توحید جو توہین کو!!
واقعی ظالم بڑا چالاک ہے

خود سا سمجھے جو خدا کے نور کو
دین کی اس کو سمجھ کیا خاک ہے

غیر ہیں مکار، اپنے بے خبر
دین کی حالت پہ دل نمناک ہے

نقش لاثانی دوسرا بھی اک نظر
آسی تیرا بہت فتراک ہے

باطل کے خلاف حق کی آواز

ماہنامہ مُجلۃ الحقیقہ
شکرگڑھ پاکستان

دسمبر ۲۰۰۰ء ❁ رمضان ۱۴۲۱ھ

جلد نمبر ۱ ❁ شمارہ نمبر ۳

فہرست

رابطہ برائے ترسیلِ زر خط و کتابت ✕ محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر ○ شکرگڑھ

ہدیہ مجلہ : ۱۰ روپے ⊕ سالانہ : ۱۰۰ روپے

منجانب : شیرانِ اسلام (پاکستان) شکرگڑھ نے شائع کیا

كلمة الحقيقة

پروفیسر
محمد حسین آسی

اداریہ

قرآن کریم سے کسبِ فیض

الحمد للہ رمضان المبارک کا عظیم، مقدس، منور دل کشا، راحت افزا مہینہ آ گیا ہے۔ حضور پر نور ﷺ نے اللہ کا مہینہ فرما کر سارے مہینوں سے اسے افضل ٹھہرالیا ہے۔ اس کے ایک نفل کو دوسرے مہینوں کے ایک فرض اور اس کے ایک فرض کو دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر قرار دیا ہے۔ اس کے گوناگوں فضائل سب ٹھیک مگر ان کا سبب کیا ہے؟ سبب فقط یہ کہ اسکو نزول قرآن سے نسبت ہے۔ قرآن پاک نے عظمت رمضان کا یہی راز بتایا ہے۔ ارشاد ہے

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" (۲۔۱۸۵)

ترجمہ: "ماہ رمضان ہی تو ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا"۔

گویا قرآن پاک ایسی مبارک کتاب ہے کہ جس ماہ میں بھی نازل ہوتی، وہ سب سے افضل ہوتا۔

چنانچہ رمضان شریف کی جس خصوصی رات کو اس کے نزول کا شرف حاصل ہوا اسے لیلۃ القدر یعنی قدر و منزلت والی رات کا نام دیا گیا ہے۔ اور پوری سورت اس رات کی شان میں نازل کر کے اعلان کیا گیا کہ اس ایک رات کا درجہ ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ ایک مہینہ اور ایک رات ہی کی بات نہیں، جس فرشتے کو اس کے لانے کا شرف حاصل ہوا، وہ فرشتوں کا سردار ہے اور جس امت کیلئے اترا وہ امتوں کی سردار ہے۔ اور جس زبان میں آیا وہ زبانوں میں بہترین۔ کیوں نہ ہو آخر اس حبیب مکرم شفیع معظم ﷺ پر نازل ہوا جو وجہ تکوین روزگار اور نائب اعظم پروردگار ہے (ﷺ) حقیقت یہ ہے کہ اب قوموں کی عزت و ذلت کا فیصلہ اسی قرآن حکیم کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں۔

"اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ" ترجمہ: بے شک اس کتاب کی وجہ سے اللہ بعض قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور بعض کو اس کے (چھوڑنے کے) سبب زوال پذیر کر دیتا ہے۔

یہ قرآن حکیم دین و دنیا کا بہترین دستور ہے۔ یہ عظمت انساں کا نقیب ہے اور اس نے اس کے سر پر خلافت الٰہیہ کا تاج رکھا ہے حکومت و سیاست، معیشت و معاشرت بلکہ زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی مسائل کا کامیاب حل پیش کیا ہے۔ یہ حبیب خدا ﷺ پر نازل ہوا اور حبیب خدا ﷺ نے اپنے کردار اور اسکے انوار سے کائنات کی کایا پلٹ دی دنیا کا کوئی انقلاب اس انقلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ نے آخری کتاب سنا کر بپا کیا مختلف قوموں برادریوں اور سماجوں میں بٹے ہوئے انسان کو تمام ایسے امتیازات سے بالاتر کر دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے جو غبار آلودہ رنگ و نسب تھا فضائے لاہوت میں پرواز کرنے لگا۔

ہاں ہاں یہ قرآن کریم کی آیات تھیں جنھیں حبیب کریم ﷺ تلاوت فرماتے تھے۔ اور بنی نوع انسان شراب وحدت سے مخمور ہو کر جوق در جوق دین ہدیٰ کی طرف آ رہے تھے۔

"وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ہ"(۱۱۰۔۲) ترجمہ :"اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں"۔

یقیناً مسلمانوں ہی کو نہیں پوری انسانیت کو اس بات پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کا رسول آخرین ﷺ زندہ ہے۔ رحمۃٌ للعلمین ہے اور اس کا فیض جاری و ساری ہے اور قرآن ہم میں موجود ہے انسان اگر اپنی تباہی پر تلا ہوا نہیں تو اسے خواجہ کوثر ﷺ کی بارگاہ میں آ کر اپنی پیاس ضرور بجھا لینی چاہیے اور قرآن کے انوار سے اپنی زندگی کی ظلمات کا مداوا کر لینا چاہیے۔

وہ لوگ جنھوں نے چودہ صدیاں قبل اسلام کے چشمہ صافی سے اپنی پیاس بجھائی اور قرآن کے انوار سے ظلمت قلب و جاں کا مداوا کیا۔ پوری نوع انسان کیلئے سرمایہ افتخار بن گئے۔ سوچو حضور پر نور ﷺ کے دامن رحمت میں پناہ لینے والوں میں سے کیا کوئی ایک بھی ہے جس کا ثانی آج تلاش کیا جا سکتا ہو۔ ہاں اُس قدسی گروہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد آج کے اعلیٰ سے اعلیٰ فرد سے بھی اعلیٰ ہے۔ ٹھیک ہے وہ دور مبارک ہر اعتبار سے لاجواب تھا۔ آسمان سے خدا کا کلام اتر رہا تھا اور زمین پر خدا کا حبیب ﷺ جلوہ گر تھا۔ اس نورانی لاہوتی فضا میں ایمان و عرفان کے ساتھ سانس لینے والوں کا ایک ایک سانس بھی بعد میں آنے والے تمام ادوار سے زیادہ زندہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ قیمتی ہے۔ اس دور کی عظمتوں اور برکتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد بھی آج تک وہ لوگ جنھوں نے حبیب خدا سے عشق کیا قرآن کا پیغام سمجھا اسے اپنے رگ و پے میں اتارا پھر اس سے انسانوں کے مقدر چمکانے کا عزم لے کر میدان میں اترے۔ زمانہ صبح شام کروٹ لیتا رہے مادر گیتی انقلابات کی زد میں آتی رہے۔ سلاطین کے تخت و تاج کوڑیوں کے مول بکتے رہیں۔ گلشن ہستی بہار و خزاں سے نکھرتا اور بکھرتا رہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے یہ عاشق زندہ و پائندہ و تابندہ رہیں۔ اور شام ابد تک یونہی رہیں گے۔ داتا گنج بخش، حضور غوث الاعظم، خواجہ غریب نواز، شیخ الشائخ حضرت سہروردی جناب حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے جانشین حضرت محمد معصوم، حضرت سلطان باہو، شہنشاہ لاثانی اور ان کے وارث حضور نقش لاثانی قدست اسرارھم آج بھی فضائے لامکانی میں جگ مگ، جگ مگ چمک رہے ہیں۔

المختصر چودہ صدیوں کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے جس نے جس دور میں بھی رسول اللہ ﷺ سے رشتہ غلامی جوڑا اور خدا کی آخری کتاب سے فیض حاصل کیا زندہ جاوید اور خود سرچشمہ فیض بن گیا ہر دور کے انسانوں میں وہی محروم رہے۔ جنہیں حبیب خدا ﷺ کی غلامی اور یوں کلام خداوندی سے فیض پانے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ ہاں ہاں خدا کا کوئی بلند بخت بندہ ان "دو" سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ان دو کے بارے میں ارشاد ہوا۔

"قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ" ترجمہ :"بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب"

جس ذات ستودہ صفات کو اللہ خود نور فرما رہا ہے اس کے منبع نور ہونے میں کیا شک ہے۔ اور جس دستور حیات کو اس نے کتاب مبین فرمایا ہے اس کے سوا ہدایت کی صورت کیا ہو سکتی ہے اور زندگی کی الجھنوں کا حل کیا ہو سکتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فیض حاصل کرنے کیلئے ان دو میں سے پہلے کس کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے تو جواب یہ ہے کہ انہیں قرآنی الفاظ کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے جس کا ذکر پہلے ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق پہلے قائم کرنا ہوگا۔ پھر اور جب ان سے تعلق قائم ہو جائے گا تو خود بخود قرآن پاک سے بھی ہو جائے گا کون نہیں جانتا کہ پہلے اللہ کا رسول ﷺ تشریف لایا پھر اللہ کا کلام اس پر نازل ہوا گویا اللہ کے کلام سے ہم کوئی فیض نہیں پا سکتے جب تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا تعلق قائم نہیں ہوتا دور حاضر میں ایک گمراہ پارٹی اہل قرآن کہلاتی ہے۔ اور بزعم خویش نبی سے بے نیاز ہو کر قرآن سمجھنا چاہتی ہے۔ نتیجہ کیا ہے بدبختی اور ظلمت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آرہا۔

قرآن پاک کی ہدایت گو عام ہے اور اس کا فیض محدود نہیں پھر بھی اس سے سب لوگ ہدایت و فیض حاصل نہیں کر سکتے اور یہ بات خود قرآن میں وضاحت سے آگئی ہے۔

"یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَہْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا" ترجمہ :(اللہ) بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو اس سے ہدایت فرماتا ہے۔

دیکھیے قرآن پڑھ کر گمراہ ہونے والوں کے امکانات بھی کم نہیں شاید اسی لیے گمراہ ہونے والوں کا ذکر ہدایت پانے والوں کے ذکر سے پہلے کیا گیا۔ سوچنا چاہیے کہ قرآن پاک سے گمراہ کون ہوئے، وہی جن کا تعلق صاحب قرآن سے نہیں تھا۔ قرآن پاک سے فیض وہدایت حاصل کرنے والے کون ہیں۔

"هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" ترجمہ: ہدایت ہے ڈرنے والوں کو۔

یعنی اہل تقویٰ ہیں جو قرآن سے ہدایت پاتے ہیں (اور گمراہ نہیں ہوتے) پھر دوسرے مقام پر تقویٰ اسی خوف خدا کا معیار بتایا۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ (۴۹-۳)

ترجمہ: بے شک جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے۔ دیکھیے تقویٰ کا معیار ہی ادب رسول ﷺ کو ٹھہرایا گیا۔ جو حضور ﷺ کا مؤدب نہیں، وہ متقی نہیں یعنی خدا کا خوف اس میں نہیں۔ خوف خدا اور ادب رسول ﷺ لازم وملزوم ہیں۔ گویا جہاں ادب رسول ہے وہیں خوف خدا ہے، جہاں ادب رسول نہیں، وہاں خوف خدا بھی نہیں۔ اسی سورت الحجرات کی پہلی آیت سے بھی یہی مضمون نکلتا ہے۔

خوف خدا اور تعظیم رسول ﷺ سے جو محروم ہیں، وہ قرآن پاک کو اجروثواب کی غرض سے نہیں پڑھتے بلکہ حرص وہوس کے لئے اور قوم کو باہم لڑانے کے لئے۔ یہ بدبخت اگر خدا سے ڈرتے تو رسول خدا ﷺ کے بے ادب نہ ہوتے۔ موجودہ دور کی فرقہ واریت جس سے ہر مخلص مسلمان پریشان ہے، ایسے گستاخ، منہ پھٹ، زبان دراز اور کم ظرف وتاریک ذہن افراد کی وجہ سے ہے جو حضور ﷺ کے دربار دُربار سے کٹ کر قرآن پاک کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ یہ کلام الٰہی سے چند آیات نکال لیتے ہیں اور اپنی مرضی کا مفہوم گھڑ لیتے ہیں اور دوسری آیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اعلیٰحضرت مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے الدولۃ المکیہ کے آغاز میں خوب فرمایا:

"<u>دین کا دارومدار</u>: یاد رکھیں کہ دین کا دارومدار اس بات پر ہے جس سے نجات اُخروی میسر ہو پورے قرآن پاک پر ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔ دنیا میں بہت سے گمراہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بعض آیات پر ایمان لے آتے تھے مگر بعض کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ ان میں قدریہ فرقہ مشہور ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اپنے افعال کا خالق جانتے تھے۔ وہ اس آیت کریمہ پر ایمان لائے۔

"وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ (۱۶-۱۱۸)

ترجمہ: ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ مگر وہ اس آیت کریمہ سے منکر رہے۔

"وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ"۔ (۳۷)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔

ایسے ہی ایک فرقہ جبریہ ہے یہ لوگ انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض جانتے تھے۔ وہ اس آیت کریمہ پر ایمان لائے تھے۔

"وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ"۔ (۸۲-۲۹)

ترجمہ: تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو مالک ہے سارے جہاں کا جبریہ اس آیت کریمہ کے منکر ہیں

"ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ"۔ (۶-۱۴۶)

ترجمہ: ہم نے انکی سرکشی کا بدلہ دیا بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔ خارجی لوگ گناہ کبیرہ کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں وہ اس آیت کریمہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ "وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ"۔ (۸۲-۱۴، ۱۵) ترجمہ: بے شک فاجر لوگ ضرور جہنم میں جائیں گے۔ وہ قیامت کے دن اس میں جائیں گے پھر یہ لوگ اس آیت کریمہ کا انکار کرتے ہیں۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ"۔ (۴-۱۱۶) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا مگر اس

کے علاوہ جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ فرقہ مرجئہ کا عقیدہ ہے کہ مسلمان کوئی بھی گناہ کرے اسے نقصان نہیں ہو تا وہ اس آیت کریمہ پر ایمان لاتے ہیں۔

"لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ"۔(۳۹۔۵۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اس آیت کے منکر ہوئے۔

"مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ"۔(۴۔۱۲۳)

ترجمہ: جو برائی کرے گا، اس کا بدلا پائے گا۔"

اس کے بعد اعلیٰحضرت قدس سرہ نے علم غیب کے بارے میں بعض لوگوں کی مثال دی ہے کہ وہ مخصوص آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور مخصوص آیات کا انکار کرتے ہیں حالانکہ سب آیات پر ایمان ہو تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے اور صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ علم غیب ذاتی اللہ کا ہے اور علم غیب عطائی ہے۔ جو اس نے اپنے رسولوں کو اور ان کے صدقے سے دوسروں کو بخشا ہے۔

الغرض قرآن نے اتحاد ملت بلکہ اتحاد ابنائے آدم کا سبق دیا ہے مگر افسوس اغیار تو اغیار، اس کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے بھی ایک پلیٹ فارم پر متحد نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سارے قرآن کی بجائے صرف چند آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور بہک جاتے ہیں۔ بالخصوص یہ انتشار اور بھی ہولناک ہو جاتا ہے جب بعض لوگ متشابہات سے استدلال کرتے ہیں ۔ تفصیل یہ کہ قرآن پاک میں دو قسم کی آیات ہیں،

۱۔ محکمات ، ۲۔ متشابہات

محکمات بالکل واضح ہوتی ہیں اور ان کا سمجھنا دشوار نہیں ہوتا، ان کے برعکس متشابہات کے معانی میں بڑی پیچیدگی ہوتی ہے جب ان کا سمجھنا ہی آسان نہیں پھر انہیں استدلال کا عنوان بنانا اور ان سے عقائد و مسائل اخذ کرنا کتنا نامناسب ہے، دیکھئے قرآن پاک کا فرمان۔

"هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ"۔(۳۔۷)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تم پہ یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنیٰ رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ جن کے معنیٰ میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں۔ گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ جیسے لوگوں نے یہی کیا، محکمات کی پرواہ نہیں کی متشابہات وغیرہ میں غور و فکر کر کے خدائے سبوح و قدوس کو بھی مجسم قرار دے دیا (معاذ اللہ)۔

اس صورت حال کا علاج یہی تھا جو گذشتہ اداریے میں بیان کیا گیا تھا کہ امت کے غالب و اکثر حصے کے اعتقاد کو سامنے رکھا جائے اور پوری ملت کو چھوڑ کر ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد نہ بنائی جائے۔ دیکھئے قرآن پاک کا فیصلہ

"مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا"۔(۴۔۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اسکے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ (سبیل المومنین) سے جدا راہ چلے، ہم اسے اسکے حال پہ چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کر دیں گے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (کنزالایمان)۔

قرآن پاک جسے "سبیل المومنین" ارشاد فرمایا ہے، یار لوگوں نے اسی کو بدعت، شرک اور نجانے کیا کیا کہہ دیا اور کیا کیا کہہ رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ بندہ جب ہوائے نفس کا اسیر ہو جاتا ہے تو اپنے نفسانی فیصلوں کا تابع محض ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسے اس سے غرض نہیں ہوتی کہ خدا

کیا فرماتا ہے یا نبی محترم ﷺ کی ہدایت کیا ہے۔ چنانچہ منافقین کے بارے میں قرآن پاک نے تصریح فرمائی ہے کہ ساری ملت سے کٹ کر اپنی مرضی کے عقیدے گھڑتے ہیں خود کو دانشمند سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو جاہل و بیوقوف۔

"وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ"۔(۲۔۱۳)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لائیں۔

قرآن وحدیث کے بعد مرکز پر قائم رکھنے اور گمراہی سے بچانے والا یہی سبیل المومنین (یعنی عام مومنوں کا راستہ) تھا مگر اسی کو مشکوک ٹھہرا کر لوگوں کو یہ غلط اصول ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی جو چاہے تھوڑی سی عربی جان کر قرآن وحدیث کو جس طرح چاہے، سمجھ لے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گھر گھر میں منبر پیدا ہو گئے جنھوں نے ساری اسلامی تعلیمات بلکہ خدا اور رسول ﷺ کے ارشاد کو بھی بازیچہ 'اطفال' بنالیا۔

قرآن کا دو ٹوک انکار کر دیتے تو کافر کہلواتے چنانچہ قرآن پاک کا اس طرح انکار نہیں کیا بلکہ من مانی تاویل کر کے قرآن پاک کی مراد و مفہوم کے منکر ہو گئے۔

یہ سلسلہ اگرچہ ملت اسلامیہ کو کمزور کرنے کے لئے انگریزوں کے ناپاک منصوبوں اور مکروہ سازشوں سے زیادہ زور پکڑ گیا مگر اس کی ابتدا دور صحابہ ہی میں ہو گئی تھی۔ وہ لوگ جنھوں نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلاف شرک کا فتویٰ دیا تھا، انہوں نے قرآن پاک کے سچے الفاظ "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ"۔ ترجمہ: حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔

ہی سے غلط استدلال کیا تھا۔ انصاف کیجئے۔

جس وقت ان کا ناپاک فتویٰ شرک فضا میں گونج رہا تھا، جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ سے زیادہ قرآن پاک کو سمجھنے والا کون تھا؟ یہی تو تھے جن کی شان میں قرآن کی بہت سی آیات نازل ہوئیں اور جنھیں خود سرور دو عالم ﷺ نے علم کے شہر کا اور حکمت کے گھر کا دروازہ قرار دیا تھا اور جن کے بارے میں یہاں تک فرمایا تھا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ وہ علی پاک رضی اللہ عنہ جو فرمایا کرتے تھے کسی بھی آیت کے بارے میں جو کچھ بھی پوچھنا ہے پوچھ لو۔ خارجیوں نے اپنے دور کی اس مقدس ترین ہستی کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ (معاذ اللہ) مشرک قرار دیا، کہتے ہیں جب نہروان کی لڑائی ہونے والی تھی، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کو بھیجا کہ خارجیوں کو سمجھائیں، چنانچہ آپ نے ان سے وجہ اختلاف پوچھی تو انہوں نے یہی قرآنی الفاظ پڑھ کر بتائے (سیدنا) علی اور امیر معاویہ (رضی اللہ عنھما) دونوں ثالث مان کر مشرک ہو گئے ہیں اس لئے خدا کے سوا کسی کو ثالث و حاکم ماننا شرک ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا، اسی قرآن پاک میں ہے جب میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو ایک ثالث مرد کی طرف سے اور ایک ثالث عورت کی طرف سے مقرر کرو۔

"وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا"۔(۴۔۳۵)

جب ایک خاندان کا جھگڑا ختم کرنے کے لئے دو ثالثوں سے فیصلہ کرانے کا حکم دیا گیا ہے تو پوری ملت اسلامیہ کا انتشار ختم کرنے کے لئے یہ شرک کیسے ہو گیا۔ کہتے ہیں ہزار میں سے پانسو خارجی تائب ہو گئے مگر باقی مرنے مارنے پر تل گئے۔

دیکھا آپ نے خارجیوں کا سارے قرآن پر ایمان ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کی پیش کردہ آیت کی تعمیل کرتے۔ صحابہ کرام جیسے قدسی نفوس کو بھی فتنہ بازوں نے شرک سے متہم کر دیا اور سچی بات یہی ہے کہ خود سبیل المومنین سے خارج ہو کر خارجی ہو گئے مگر سمجھتے یہ تھے باقی لوگ دین سے خارج ہیں اسی خارجی ذہنیت کی نقشہ کشی حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمائی ہے (روایت یوں ہے "کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَاھُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّھُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰی اٰیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ"۔(بخاری، جلد ۲)

یعنی حضرت عبداللہ بن فاروق اعظم رضی اللہ عنہما خارجیوں کو ساری مخلوق میں بدترین سمجھتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ خارجی ان آیتوں کو جو

کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

خارجی جب مذکورہ قرآنی الفاظ سے استدلال کرتے تو قرآن کے سب سے بڑے عالم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب سے بڑے قاضی فرمایا کرتے۔ "کَلِمَةُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِهِ الْبَاطِلُ"۔

یعنی قرآن کے الفاظ سچے ہیں مگر خارجی اس سے جو مراد لے رہے ہیں باطل ہے آج بھی جو لوگ قرآن کریم کی آیات پڑھ پڑھ کر عامتہ المسلمین پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اسی خارجی ذہنیت کے حامل ہیں اور انہیں بھی قرآن پاک سے وہی تعلق ہے جو پہلے دور کے خارجیوں کو تھا۔

غرض قرآن پاک سے ہدایت وفیض لینے اور اس کا اصل مفہوم جاننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان

۱۔ صاحب قرآن حضور ﷺ کے عشق وادب سے آراستہ ہو۔ ۲۔ سارے قرآن پر ایمان رکھے۔

۳۔ آیات متشابہات کو استدلال کی بنیاد نہ بنائے۔ ۴۔ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے آج تک جو مسلمانوں کا عام راستہ ہے، اسی کو اختیار کرے۔ اسے چھوڑنا ہی ہلاکت ہے۔

"ہم یہاں تفصیل میں نہیں جانا چاہتے صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ پروفیسر مذکورہ کو کسی شیطانی الہام سے وہم ہو گیا ہے کہ صوفیاء کرام اور عام مسلمان تخلیق یا تدبر میں کسی کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں اور خود ہمارا ٹھوس عقیدہ ہے کہ خدا کی ذات، صفات، اسماء، اوامر اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ اپنے بندوں کو مخصوص اختیارات سے نوازتا ہے، تو اس سے اس کی توحید میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ رحیم وکریم، مالک الملک ہے جسے چاہے بادشاہی دے اور جسے چاہے دیا ہوا اختیار چھین لے پروفیسر کا بھی اہل حق کی طرح پورے قرآن پر ایمان ہوتا تو اسے بھی سمجھ آجاتی اور ان بزرگان دین کو شرک سے ملوث نہ کرتا جنہوں نے پروفیسر کے آباد اجداد کو کلمہ توحید سکھا کر شرک سے بچایا تھا۔ ہاں ہاں سورہ الزمر کی آیات نمبر ۳۹ تو دیکھ لی جس سے سمجھ گیا کہ تدبیر امر اللہ سے خاص ہے مگر سورہ النازعات کی اس آیت پر اس کا ایمان نہیں۔ "فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" سو امر کی تدبیر کرنے والی روحوں یا شخصیات کی قسم ہمارا دونوں آیتوں پر ایمان ہے یعنی اللہ کے سوا ذاتی طور پر کوئی تدبیر امر نہیں کر سکتا ہاں اس کے فضل سے اس کی قدرت کے تحت اس کے دیئے ہوئے اختیارات سے فرشتے اور اولیاء بھی تدبیر امر کرتے ہیں (انشاء اللہ۔ تفصیل سے پھر کبھی)

نوٹ: اداریہ کتابت کیلئے کمپیوٹر کے حوالے کیا جا چکا تھا کہ الدعوۃ بابت نومبر ۲۰۰۰ء نظر سے گزرا۔ اس کے نگران پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب کا ایک مضمون توحید کی اقسام اور اس کے فوائد بھی شامل اشاعت ہے۔ پروفیسر صاحب کا سارا مضمون خارجی ذہنیت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ انشاء اللہ اس کا مکمل پوسٹ مارٹم "الحقیقہ" کے آئندہ شمارے میں کیا جائے گا پروفیسر صاحب نے محبوبان خدا کو بتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ان اختیارات کا اثبات کرنے والے صوفیاء کرام علیہم الرضوان بندوؤں اور مشرکان مکہ کا خوشہ چین قرار دیا ہے یعنی وہی طرز فکر جس نے خارجیوں کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نظر میں بدترین خلائق ٹھہرایا تھا۔ مضمون کا آخری پیرا ملاحظہ ہو۔

"قرآن کی ایسی آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی تخلیق اور اس کی تدبیر میں کوئی شریک نہیں کوئی بڑے ولی، نبی اور پیغمبر بھی اللہ کی تخلیق اور اس کی تدبیر یا اختیارات میں تصرف نہیں کر سکتا۔ سب اختیارات اللہ کے پاس ہیں اور یہی توحید ربوبیت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)"

درسِ قرآن — مسائل روزہ

(سورۃ البقرہ کی متعلقہ آیات کا سلیس ترجمہ)

اے ایمان والو! تم پر (رمضان المبارک) کے روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے کہ کہیں تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (۱۸۳) یہ گنتی کے دن ہیں، تو تم میں سے جو کوئی بیمار یا (شرعی) سفر میں ہو تو اتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھ لے۔ اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو، وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ اور جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ (۱۸۴) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، (ہاں، ہاں، وہ قرآن) جس میں لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور رہنمائی اور (حق وباطل میں) فیصلے کی روشن باتیں ہیں۔ سو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے، ضرور اس کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔ اللہ تمہاری سہولت چاہتا ہے، اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا اور (چاہتا ہے کہ) تم گنتی پوری کر لیا کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو، اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزاری کیا کرو (۱۸۵)۔

اور (اے حبیب) جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو (انھیں بتاؤ) میں بالکل قریب ہوں، پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر (پختہ) ایمان لائیں تاکہ وہ کہیں ہدایت پا جائیں (۱۸۶)۔

اور دن کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس تمہارا جانا حلال کر دیا گیا۔

وہ تمہارے لئے لباس (یعنی پردہ اور زینت و آرام) ہیں اور تم ان کے لئے لباس۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالا کرتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرما دیا۔ سو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھ دیا ہے، اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سپیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر ظاہر ہو جائے۔ پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کرو تو عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان کے پاس بھی نہ جاؤ، اللہ یونہی لوگوں سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کر لیں (۱۸۷)۔ ◇★◇★◇

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمتِ او لایزال است و قدیم

درس حدیث — فضائل روزہ

(صرف چند احادیث شریفہ کا آسان ترجمہ)

۱۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے آتے ہی آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

۲۔ (حضرت سہل بن سعید راوی) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازے کا نام ریان ہے، جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

۳۔ (حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ راوی) رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہمیں خطاب فرمایا۔ ارشاد یوں تھا اے لوگو! تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ برکت والا مہینہ وہ مہینہ جس میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے اس مہینے کے روزے فرض کئے اور راتوں کا قیام نفل ٹھہرایا۔ جو اس مہینے میں ایک نفلی بھلائی سے قرب الٰہی کی کوشش کرے (یعنی ایک نفل ادا کرے) تو اس نے گویا دوسرے مہینے میں ایک فرض ادا کیا اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے، گویا اس نے دوسرے مہینے کے ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہی تو ہے۔ یہ (غربا کی) غمخواری کا مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ اس مہینے میں جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے، وہ اس کے گناہوں کی بخشش اور آگ سے آزادی (کا سبب) بن جائے گا اور اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کا ثواب کچھ کم ہو، ہم (صحابہ رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کے پاس ایسی چیز نہیں ہوتی جس سے روزہ افطار کرایا جائے، تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ ثواب اسے بھی دے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا گھونٹ بھر پانی سے افطار کرائے اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے تو اللہ اسے میرے حوض سے یوں سیراب فرمائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاس سے محفوظ رہے گا۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ بخشش کا، درمیانی رحمت کا اور آخری دوزخ سے آزادی کا ہے اور جس نے اس ماہ مبارک میں اپنے خادم سے کم کام لیا، اللہ اسے بخشش دے گا اور آگ سے آزاد رکھے گا۔

پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزہ

(ضروری احکام)

علامہ نورالمصطفیٰ رضوی

نماز اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد ۱۰۔ شعبان ۲ھ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے، شریعت میں روزے کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔ روزے کیلئے عورت کا حیض اور نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ نماز کی طرح ہر بالغ وعاقل پر پورے ماہ رمضان کے روزے فرض عین ہیں ان کی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے۔

روزہ کی نیت: نیت دل کے ارادے کا نام ہے البتہ زبان سے کہہ لینا بہتر ہے۔ اگر رات کے وقت نیت کی یوں کہے۔ "نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ" نیت کی میں نے اللہ کیلئے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔ دن کے وقت نیت کی تو یوں کہے۔ "نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہِ" نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کیلئے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا (اس تصور سے کہ صبح صادق سے روزہ دار ہوں) چاہیے یہ کہ زوال کے وقت سے پہلے نیت کرلے ورنہ روزہ نہ ہوا۔

روزہ توڑنے والے کام: ۱: کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو ورنہ نہیں۔

۲: حقہ، سگریٹ، بیڑی، سگار وغیرہ پینے سے اور پان تمباکو وغیرہ کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۳: شکر، چینی، گڑ وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، منہ میں رکھیں اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۴: دانتوں میں کوئی چیز چنے کے برابر یا اس سے زیادہ تھی، اسے کھا گیا، یا کم ہی تھی، مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ جاتا رہا۔

۵: دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور مزہ محسوس ہوا، تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں اگر زیادہ چلا گیا اور مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا، یہی پسینے کا حکم ہے۔

۶: حقنہ لیا یا نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا خود چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، مگر کان میں پانی چلا گیا یا خود ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۷: منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا

۸: قصداً منہ بھر کر تے آئی (تے میں کھانا یا صفرا یا خون) اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا اگر تے میں صرف بلغم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۹: مبالغے کے ساتھ طہارت کی یہاں تک کہ پانی حقنہ رکھنے کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اتنا مبالغہ سخت بیماری کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

☆......بھول کر کھایا، پیا یا جماع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆......مکھی یا دھواں یا گرد حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر قصداً مکھی نگلی یا خود دھواں پہنچایا (مثلاً دھونی۔ اگر بتی، لوبان وغیرہ سلگائی اور منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا) تو روزہ ٹوٹ گیا۔

☆......بھری سینگی لگوائی یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا، اگرچہ تیل یا سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں اس کا رنگ دکھائی دے۔

☆......بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے یا اسے پی گیا یا کھنکھار منہ میں آیا اور کھا لیا گیا، روزہ نہ ٹوٹا، تاہم ایسی باتوں سے احتیاط چاہیے۔

☆......دانت سے خون نکل کر حلق تک پہنچا اور مگر نیچے نہ اترا یا بھولے سے کھانا کھا رہا تھا۔

☆......یاد آتے ہی فوراً نوالہ تھوک دیا تو روزہ نہ گیا (اگر نگل لیا تو جاتا رہا) یونہی سحری کھاتے کھاتے صبح ہو گئی، اسی وقت نوالہ (اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا، ورنہ ٹوٹ گیا۔

☆......تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی گئی یا وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا، مگر مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا۔

☆......دوا کوٹی یا آٹا چھانا اور اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

☆......کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

☆……احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، غسل فرض ہو، مگر سارا دن نہ نہا ئے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا

(اگرچہ یہ سخت گناہ ہے اور فرض نماز چھوڑنا حرام اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے)

جن جن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے :

۱ : سفر، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بیماری اور بڑھاپا، ہلاک ہونے کا ڈر، اکراہ شرعی، جنون اور جہاد، یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر زائد ہیں ان عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا گناہ نہیں، مگر بعد میں قضا ضروری ہے سفر سے شرعی سفر (یعنی کم ازکم تین دن کی راہ جو ستاون میل ہے) مراد ہے۔

۲ : حمل والی یا دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہو تو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

۳ : مریض کو بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہونے کا گمان غالب ہو تو اس دن روزہ نہ رکھیں۔ یاد رہے کہ گمان غالب کی تین صورتیں ہیں۔

☆……اس کی ظاہرہ نشانی پائی جاتی ہو۔

☆……اپنا تجربہ ہو۔

☆……کسی ماہر اور متقی طبیب نے اسے خبر دی ہو۔

۴ : بھوک یا پیاس ایسی ہو کہ ہلاک یا پاگل ہو جانے کا صحیح ڈر ہو

۵ : سانپ نے کاٹا یا ایسے جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دیں۔

۶ : شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اب روز بروز کمزور ہی ہو گا۔ تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ہاں ہر روزے کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اس پر واجب ہے اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آگئی تو روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ فدیہ صدقہ نفل ہو گیا۔

۷ : کسی کے بدلے کوئی دوسرا نہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ ہی نماز پڑھ سکتا ہے؛ البتہ اپنے نماز روزے وغیرہ کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ (عالمگیر وغیرہ)

روزے میں یہ کام مکروہ ہیں :

۱ : جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بکنا، کسی کو ناجائز تکلیف دینا ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں۔ مگر روزے میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ اور بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔

۲ : روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا چبانا مکروہ ہے۔ عذر یہ ہے کہ شوہر یا آقا بد مزاج ہے، نمک کم و بیش ہو گا تو اس کی ناراضگی کا باعث ہو تو اس کی وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں (یاد رہے کہ چکھنے سے مراد تھوڑا بہت کھا لینا نہیں بلکہ زبان پر رکھ کر مزہ پہچاننا اور پھر تھوک دینا ہے۔ اگر خدانخواستہ حلق سے نیچے کچھ چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۳ : منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا اچھا نہیں اور روزے میں یہ تو مکروہ ہے۔

۴ : گلاب یا مشک (کستوری وغیرہ سونگھنا، داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ مکروہ نہیں اگر زینت کیلئے سرمہ لگایا یا مٹھی بھر داڑھی سے زیادہ بڑھانے کیلئے تیل لگایا تو یوں بھی مکروہ ہے…… مگر روزے میں زیادہ مکروہ۔

۵ : روزے دار کیلئے کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے یعنی کلی میں منہ بھر پانی نہ لے ہاں مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ عام دنوں کی طرح روزے میں بھی سنت ہے۔

درج ذیل صورتوں میں صرف قضا لازم ہے :

۱ : گمان یہ تھا کہ صبح صادق شروع نہیں ہوئی۔ اسلئے کھایا پیا یا جماع کیا اور بعد کو یہ خیال غلط ثابت ہوا یا یہ گمان کر کے کہ سورج ڈوب چکا ہے افطار کر لیا حالانکہ سورج نہیں ڈوبا تھا روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضا رکھے۔

۲ : بھول کر کھایا پیا وغیرہ اور گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصداً کھایا پیا وغیرہ تو صرف قضا ہے۔

۳ : کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا اس میں دوا ڈالی جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی روئی یا کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں تو صرف قضا لازم ہے

۴ : صبح کو نیت نہیں تھی اور زوال سے پہلے کر لی، مگر پھر کچھ کھایا تو صرف قضا کرے۔

۵ : حلق میں بارش کی بوند یا اولا چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل لیا تو صرف قضا ضروری ہے۔

روزہ قصداً توڑنے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے :

رمضان کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا (آج کل ناممکن ہے) ورنہ لگاتار ساٹھ روزے رکھنا اور یہ بھی نہ ہو سکے ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

روزے کے تین درجے :

روزے کے تین درجے ہیں

۱: ایک عام لوگوں کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔

۲: دوسرا خواص کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا اور اس کے علاوہ کان زبان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔

۳: تیسرا خاص الخاص کا روزہ کہ جمیع ما سوا اللہ سے اپنے آپ کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

سحری و افطاری:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا

☆..... سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں (ایک) فرق سحری کا لقمہ ہے۔ (مسلم و بخاری)

☆..... اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں (مسند امام احمد)۔

☆..... افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے (طبرانی اوسط)

☆..... جب کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کرے وہ پاک کرنے والا ہے۔

ضروری نوٹ:

سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ کہ صبح صادق شروع ہونے کا شک پیدا ہو، نیز افطار میں جلدی کرنا سنت ہے جبکہ سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو۔

افطار کے وقت کی دعا:

نبی کریم ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ"

اے اللہ تیرے لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے رزق پہ کھولا۔

نماز تراویح:

تراویح بیس رکعت وہ نماز ہے جو سنت موکدہ ہے اور صرف رمضان شریف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صبح صادق شروع ہونے تک ہے۔ نماز تراویح کا چھوڑنا ناجائز اور گناہ ہے۔

حضرات صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم کے عہد میں تراویح بیس رکعت پڑھی گئیں چاروں اماموں میں سے کسی کا مذہب بیس رکعت سے کم نہیں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں شروع سے لے کر آج تک بیس تراویح پر عمل ہے۔ حضرت داتا گنج بخش، غوث اعظم، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سلطان اورنگ زیب عالمگیر اولیائے امت اعلام و محدثین کرام اور سلاطین اسلام بیس رکعت تراویح پر عامل تھے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

جو رمضان میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تراویح کے چند ضروری مسائل:

مہینہ بھر کی تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت موکدہ ہے، دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تم چاہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو تم میں سے بہتر لوگ تمہاری امامت کریں، کیونکہ امام تمہارے اور رب تعالیٰ کے درمیان ترجمان ہوتے ہیں۔..... (دارقطنی وغیرہ)

لہذا امام ایسا ہونا چاہیے جس کا عقیدہ اور عمل بہتر ہو یعنی صحیح العقیدہ اور عالم و حافظ وغیرہ) پابند شریعت اور پرہیزگار ہو۔

☆..... روزہ اور تراویح لازم و ملزوم نہیں کہ ایک رہ جائے تو دوسرا بھی ادا نہ کریں، خدا نخواستہ کسی کا روزہ رہ جائے تو بھی تراویح میں شامل ہو۔ یونہی اس کے برعکس تراویح نہ پڑھ سکا تو بھی روزہ رکھے۔

☆..... تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اگر مسجد کے سب لوگوں نے چھوڑ دی تو سب گنہگار اور اگر کسی ایک نے گھر میں پڑھ لی تو گنہگار نہیں۔

☆..... نابالغ کے پیچھے نہ فرض نہ وتر جائز ہیں نہ سنت مؤکدہ۔

☆..... بعض لوگ اتنی تیزی سے قرآن پاک پڑھتے ہیں کہ صرف یعلمون تعلمون کا پتہ لگتا ہے اتنی تیزی جائز نہیں۔

حضرات صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم کے عہد میں تراویح بیس رکعت پڑھی گئیں، چاروں اماموں میں سے کسی کا مذہب بیس رکعت سے کم نہیں، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں شروع سے لے کر آج تک بیس تراویح پر عمل ہے۔ حضرت داتا گنج بخش، غوث اعظم، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سلطان اورنگ زیب عالمگیر اولیائے امت اعلام و محدثین کرام اور سلاطین اسلام بیس رکعت تراویح پر عامل تھے

اعتکاف: اعتکاف کے شرعی معنی ہیں مسجد میں ذکر الٰہی کی نیت سے ٹھہرنا

ٹھہرنے والے کو معتکف کہتے ہیں۔ بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے لے کر عید کا چاند ہو جانے تک مسجد میں اعتکاف مسلمانوں پر سنت مؤکدہ (کفایہ) ہے۔

تمام شہر کے مسلمانوں سے کسی ایک نے اعتکاف کر لیا تو سب محلے یا شہر والے بری ورنہ سب گنہگار۔

حضور پر نور ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان شریف میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے (بیہقی شریف)

اعتکاف کے چند ضروری مسائل:

معتکف کو بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے اور پھر عید کا چاند ہو جائے تو نکلنا چاہیے۔

☆..... مرد کے اعتکاف کیلئے مسجد ضروری ہے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے جو اس نے نماز کیلئے مقرر کی ہے۔

☆..... معتکف کیلئے بغیر عذر مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ یونہی عورت بھی اعتکاف کی جگہ سے نہ نکلے مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

۱: طبعی جیسے پاخانہ، استنجا، وطہارت، غسل فرض، اور وضو (جبکہ غسل و وضو کی جگہ مسجد میں نہ بنی ہو)

۲: شرعی جیسے نماز جمعہ کیلئے جانا، نماز جمعہ کیلئے جائے تو اس وقت جب چار سنتیں پڑھ کے خطبے میں شامل ہو سکے۔ اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہیے جہاں کم از کم پنج وقت نماز کی جماعت ضرور ہوتی ہو، ورنہ معتکف جماعت کے وقت دوسری مسجد میں جماعت میں شامل ہونے کیلئے جا سکتا ہے۔ معتکف کو مسجد میں کھانا پینا چاہیے مگر اس کو آلودہ نہ کرے۔

(معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز نہیں کوئی مجبور ہو تو ذکر الہی کیلئے اعتکاف کی نیت کرے اور ذکر الہی کے بعد سوئے)

نوافل کفارہ قضا عمری:

جمعۃ الوداع کے دن نوافل کفارہ قضا عمری پڑھے جاتے ہیں کچھ لوگ اسے حرام و بدعت کہتے ہیں کہ عمر بھر جو فرض نمازیں ادا نہیں کی گئیں وہ اسی میں ادا ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ نماز حرام و بدعت ہے اور نہ اسی ایک نماز پڑھنے سے باقی نمازیں معاف ہو سکتی ہیں۔

اصل بات تو یہ ہے کہ جس کی فرض نماز قضا ہو گئی ہوں اگر وہ اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے اور قضا شدہ نمازیں ادا کرلے اور پھر قضا عمری کے نوافل پڑھے تو اللہ تعالی کے فضل سے قضا عمری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہونے اور ان کے تاخیر واقع ہونے کا جو گناہ ہوا تھا وہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔

نوافل کفارہ قضا عمری ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمعۃ الوداع کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، سورہ اخلاص سورہ فلق اور سورہ الناس ایک ایک بار پڑھے۔ اس کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا گیا (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۴) بعض بزرگوں نے نوافل کفارہ قضا عمری ادا کرنے کا طریقہ یوں لکھا ہے: "چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ سورہ الکوثر پڑھے سلام کے بعد سو (۱۰۰) مرتبہ درود شریف اور سو مرتبہ استغفار پڑھ کر دعا مانگی جائے"

صدقہ فطر:

نبی محتشم ﷺ نے فرمایا: بندے کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان رکا رہتا ہے، جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔ (دیلمی)

مالک نصاب پر اس کی اپنی اور چھوٹے بچے کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے سنت یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کر دے۔ اگر نہ کر سکا تو بعد میں کر دے۔

☆..... عید کے دن صبح ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے جو فوت ہو اور اسکے بعد جو پیدا ہوا دونوں پر نہیں

☆..... باپ نہ ہو تو دادا اپنے یتیم پوتے پوتیوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

☆..... تحقیق اور احتیاط کے لحاظ سے گندم سے صدقہ فطر قریبا سوا دو سیر فی کس بنتا ہے۔

عید الفطر:

عید کا دن نہایت متبرک اور فرحت آمیز ہے اس روز غسل و مسواک کا اہتمام کریں عمدہ قسم کی خوشبو لگائیں نفیس کپڑے پہنیں عید گاہ کی طرف پیدل چل کر جانا افضل ہے اور دوسرے راستے سے آئیں آتے، جاتے آہستہ آہستہ یہ دعا پڑھتے جائیں۔ "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد"

عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔ اس روز بکثرت صدقہ دینا، عزیزوں دوستوں سے مل کر انہیں مبارک باد دینا اور مصافحہ کرنا چاہیے۔

عید کے بعد کے روزے:

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے چھ دن شوال کے (نفلی) روزے رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا............ (معجم اوسط)

◇★☆★◇

پروفیسر عبداللہ ملک

غزوۂ بدر

(عزم و استقلال کی عظیم داستان جو قیامت تک مسلمانوں کے حوصلے جوان رکھے گی)

"وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ ، وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"۔ "اور تمہاری مدد کر چکا ہے، اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے۔ سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو" (آل عمران ۳ پ ۴ ع ۱۲۳)

باطل کے خلاف مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم ہو چکا تھا۔ اسلام کی وہ تلوار جو مکہ میں پڑی سوتی تھی اب مدینہ میں اسلام کے تحفظ اور دفاع کیلئے تڑپ کر باہر آگئی اور مسلمانوں نے قریش مکہ کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں حق و باطل کے درمیان ایک شدید آویزش شروع ہوئی جس کی حسب ذیل وجوہات تھیں۔

۱: اسلام کے خلاف قریش کی جارحانہ مخالفت: قریش مکہ کو مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ ان کے وطن چھوڑ کر تین سو میل پرے مدینے میں چلے جانے کے بعد ان کو چین نہ آیا۔ قبل ازیں جب مسلمانوں نے حبش میں ہجرت کی تھی، اس وقت بھی قریش نے حبش پہنچ کر ان کے گرفتار کرلانے کی کوشش کی تھی مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور درمیان میں سمندر حائل تھا۔ اس لیے وہاں وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی کاروائی نہ کر سکے تھے۔ اب جو مسلمانوں نے مدینہ میں ہجرت کی اور امن و سکون کا سانس لیا، نیز اسلام نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنی شروع کی اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی تو قریش نے مدینے پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔

قریش اپنے آپ کو کعبہ کا پاسبان سمجھتے تھے اس کا تحفظ وہ اپنا منصبی فرض جانتے تھے۔ ان کو خوف تھا کہ اس میں غفلت کی تو عرب کی روحانی پیشوائی ان کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ علاوہ ازیں کعبہ کی تولیت سے انہیں بے شمار مالی فائدے حاصل تھے۔

ایام حج میں مال و دولت سے ان کی جیبیں بھر جاتی تھیں وہ عرب بھر میں بلا خوف و خطر تجارت کرتے تھے۔ انہیں خدشہ ہوا کہ اگر اسلام کی مخالفت نہ کی اور اسے مدینہ میں بڑھنے پھلنے دیا تو وہ منفعت بخش مراعات سے محروم ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی انہیں یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ مسلمان اتنی قوت نہ بڑھا لیں کہ مکہ پر لشکر کشی کر کے ہمیں مغلوب کرلیں۔

۲۔ قریش کی سازشیں: قریش مکہ انتقام کی آگ میں جل رہے تھے ان کے لیے یہ امر ناقابل برداشت تھا کہ مسلمان مدینہ میں آرام و سکون کی زندگی بسر کریں اور اسلام سرعت سے پھیلتا جائے چنانچہ انہوں نے مدینہ میں منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کو اوس و خزرج میں سے ہنوز بت پرست تھے مکہ بھیجا کہ:

"تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم سب مل کر تمہارے اوپر حملہ کر دیں گے تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے"۔ (سنن ابی داؤد جلد دوم باب خبر النضیر صفحہ ۶۷)

آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو خود عبداللہ بن ابی کے پاس گئے اور فرمایا کہ "قریش نے تم سے ایسی چال چلی ہے کہ اگر تم ان کی سازش و دھمکی میں آگئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہو گا کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کرو گے۔ لیکن قریش سے لڑنا غیروں کا مقابلہ ہے۔" اس بنا پر عبداللہ بن ابی قریش کی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا اور قریش کی یہ سازش ناکام ہو گئی اس کے بعد قریش مکہ نے مدینہ کے یہودیوں سے سازباز کر کے خفیہ طور پر انہیں اپنی حمایت پر آمادہ کر لیا اور مسلمانوں کو کہلا بھیجا: "تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل کر آئے ہو ہم یثرب ہی پہنچ کر تمہارا ستیاناس کر دیتے ہیں"۔

۳۔ شام کی شاہراہ کا مسدود ہونا: قریش مکہ کی خوشحالی کا انحصار شام کی تجارت پر تھا اور شام کی شاہراہ مدینہ کے قریب سے گزرتی تھی۔ مگر مدینہ میں

مسلمانوں کی روزا فزوں بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے یہ شاہراہ خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ اس سے قریش مکہ بے حد پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی طاقت کو کچل کر شام کی تجارتی شاہراہ کو محفوظ کر لیا جائے اور اہل مدینہ اور گرد و نواح کے قبائل پر اپنے اقتدار کا سکہ بٹھا دیا جائے تاکہ وہ آئندہ قریش مکہ کے خلاف کسی تحریک میں حصہ نہ لے سکیں۔ لیکن مسلمانوں نے جب آنحضرت ﷺ کے حکم پر ان کے تجارتی قافلوں کی روک ٹوک شروع کی تو قریش مکہ کی عداوت شدید تر ہو گئی۔

۴۔ __مدینہ کی چراگاہ پر حملہ :__ مکہ اور مدینہ کے مابین اعصاب شکن جنگ سے آہستہ آہستہ مسلح تصادم کی راہ ہموار ہو رہی تھی۔ ربیع الاول ۲ھ میں ایک قریشی سردار کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا اور آنحضرت ﷺ کے مویشی جو میدان میں چر رہے تھے ہانک کر لے گیا۔ یہ ڈاکہ گویا مدینہ والوں کے لئے کھلا چیلنج تھا کہ ہم تین سو میل کا دھاوا کر کے تمہارے گھروں سے مویشی لے جا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے تعاقب کر کے مویشی چھین لیے مگر کرز بچ کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔

۵۔ __عمرو بن الحضرمی کا قتل :__ اسی اثنا میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے قریش کو بیخ پا کر دیا۔ رجب ۲ھ میں آں حضرت ﷺ نے عبداللہ بن جحش کو بارہ مہاجرین کے ہمراہ نخلہ کی طرف ایک خفیہ مہم پر بھیجا اور عبداللہ بن جحش کو ایک سر بمہر ہدایت نامہ دیا اور فرمایا کہ دو روز بعد اسے کھولنا اور اس کی تعمیل کرنا۔ لیکن کسی ساتھی کو مجبور نہ کرنا۔ جب لفافہ کھولا گیا تو اس میں ہدایت تھی کہ مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں جاؤ اور قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ۔ یہ جان جوکھوں کا کام تھا لیکن جب عبداللہؓ کے ساتھی آگے بڑھے تو اسے قریش کا ایک تجارتی قافلہ ادھر سے گذر رہا تھا۔ انہوں نے موقع پا کر قافلہ پر حملہ کر دیا ایک شخص عمرو بن الحضرمی جو قریش کا ایک مقتدر حلیف تھا، مارا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس فعل پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: میں نے تم کو جنگ کی اجازت نہیں دی تھی یہ واقع ماہ رجب ۲ھ کو پیش آیا تھا جس میں خون ریزی منع تھی اس لیے قریش سخت مشتعل ہوئے یہ واقع غزوہ بدر کا بنیادی سبب بنا۔ (سیرت ابن ہشام (جلد اول) صفحہ ۴۵-۲۵۵ و طبری صفحہ ۱۲۷۵)۔

۶۔ __فوری وجہ :__ قریش جو پہلے ہی مدینہ کو فتح کرنے کے عزائم باندھ رہے تھے اور اسلام کو کچلنے کے خواب دیکھ رہے تھے حضرمی کے قتل کے بعد آتش انتقام سے بیتاب ہو گئے۔ مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ دو ماہ قبل مکہ کا رئیس ابو سفیان ایک تجارتی قافلہ لے کر شام گیا تھا۔ اس کے واپسی سفر کے دوران افواہ اڑ گئی کہ مسلمان اس قافلے کو لوٹیں گے یہ چرچا ابو سفیان تک بھی پہنچا۔ اس نے مدد کے لیے ایک آدمی مکہ دوڑایا۔ اس پر قریش نے بڑے زور شور کے ساتھ تیاری کی اور آناً فاناً ایک ہزار کا لشکر تیار کیا۔ اور مکہ سے مدینے کی طرف عتبہ بن ربیعہ کی زیر کمان چل پڑے۔

واقعات

__صحابہ سے مشورہ :__ آنحضور ﷺ کو قریش کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کبار سے مشورہ کیا۔ جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے جاں نثارانہ تقریریں کیں لیکن آپ ﷺ انصار کا عندیہ لینا چاہتے تھے۔ اس لیے دوبارہ مشورہ طلب کیا۔ اس پر قبیلہ خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور کہا کیا آپ ﷺ کی مراد ہم سے ہے۔ اللہ کی قسم آپ سمندر میں کودنے کا حکم دیں تو کود پڑیں۔ اور اگر فرمان ہو تو برک غمدانی (عرب کے جنوبی کنارے کا ایک شہر) تک سواریوں کو پیٹتے ہوئے جا پہنچیں۔ حضرت مقدادؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ کی طرح کہ دیں۔ "اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ"۔ (جاؤ تو اور تیرا خدا دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں) بلکہ ہم تو حضور ﷺ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہو کر لڑیں گے۔ یہ تقریریں سن کر آپ ﷺ کا چہرہ نور مسرت سے چمک اٹھا۔

فوج کا ایک جھنڈا مصعب بن عمیر اور دوسرا حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ دنیا کو کیا معلوم تھا کہ فدائیان اسلام کا یہ مختصر سا قافلہ انتہائی بے سرو سامانی کے باوجود اپنے خون سے تاریخ عالم کا ایک زرین باب لکھنے نکلا ہے۔ جس کی مثال رہتی دنیا تک نہ مل سکے۔

__مدینہ سے روانگی :__ ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو آنحضرت ﷺ تین سو تیرہ مسلمانوں کو لے کر جن میں ساٹھ مہاجرین اور باقی انصار تھے، مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ شریف میں نماز کی امامت کے لیے آپ ﷺ نے عمرو بن ام مکتوم کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ راستہ میں روحاء کے مقام سے ابو لبابہ کو مدینہ کا عامل مقرر کر کے واپس بھیج دیا۔ فوج کا ایک جھنڈا مصعب بن عمیر اور دوسرا حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ دنیا کو کیا معلوم تھا کہ فدائیان اسلام کا یہ مختصر سا قافلہ انتہائی بے

سرگشتگی کے باوجود اپنے خون سے تاریخ عالم کا ایک زرین باب لکھنے نکلا ہے۔ جس کی مثال رہتی دنیا تک نہ مل سکے گی۔ اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ سامان حرب کی قلت کا بھی یہی حال تھا۔ مجاہدین کے پاس کل سات زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ باقی اوٹی ہتھیار تھے۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی۔ جب کہ وہ جالوت کے مقابلے میں نکلا تھا۔ (بخاری عن براء کتاب المغازی صفحہ ۱۶) جب آنحضرت ﷺ بدر پہنچے تو دیکھا کہ مکہ کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے، اترا ہوا ہے اور اہم جگہوں پر قبضہ کر چکا ہے۔

قریش کی فوج: مشرکین مکہ ایک ہزار نوجوانوں پر مشتمل لشکر جو ہتھیار بند زرہ بکتر، تیر و کمان، نیزہ، تلوار، غرض جملہ سامان جنگ اور آلات جنگ سے آراستہ تھا، کے ساتھ سات سو اونٹوں اور سو گھوڑوں کے جلو میں بڑے فخر و نمود اور طمطراق کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ گانے جانے والی عورتیں ساتھ تھیں۔ جو دف بجاتی تھیں اور مسلمانوں کی ہجو گاتی تھیں۔ قریشی لشکر ابھی بدر سے کافی دور تھا کہ مکہ سے ابو سفیان کا پیغام پہنچا کہ میں خطرے سے نکل آیا ہوں۔ اس نے عام راستے کو چھوڑ دیا تھا اور ساحلی راستے سے گھر جا پہنچا تھا ابو سفیان کے پیغام کے پیش نظر بعض سرداروں نے تجویز دی کہ اب آگے جانا فضول ہے اور عمرو بن الحضرمی کا خون بہا لے کر گھروں کو لوٹ چلیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عزت بخشنا اور کافروں کو ذلیل و خوار کرنا تھا اور ان کے لیے مقام بدر مقرر ہو چکا تھا اس لیے ابو جہل نہ مانا بلکہ مصر ہوا کہ ہمیں پیش قدمی جاری رکھنی چاہیے اور آگے بڑھ کر مسلمانوں کو ملیامیٹ کر دینا چاہیے۔ اور بدر میں چند روز قیام کر کے عیش و نشاط کی محفلیں منعقد کر کے قبائل پر اپنی حشمت کا سکہ بٹھانا چاہیے قریش کی ایک شاخ بنو زہرہ (بنو زہرہ آنحضور ﷺ کا ننھیالی خاندان تھا) نے ابو جہل کی تجویز سے اتفاق نہ کیا اور وہ اپنے پچاس آدمیوں کے ساتھ لوٹ گئے۔ نو سو پچاس افراد باقی رہے۔ (طبری اور ابن ہشام)۔ دونوں فوجیں وادی زفران میں بدر کے میدان میں اتریں، یہ مقام مدینے سے تقریباً تیس میل کی مسافت پر واقع تھا۔ اور یہاں نخلستان تھا۔ یہ بیضوی میدان تقریباً ساڑھے پانچ میل لمبا اور چار میل چوڑا تھا۔ فدائیان اسلام کا لشکر اس کے شمالی کنارے جسے "عدوۃ الدنیا" (نزدیک تر کنارہ) کہا جاتا ہے میں

مجاہدین اسلام جہاد کے رستے پر (حفیظ جالندھری)

نمازِ صبح پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
اٹھا خود مسجد نبویؐ سے ابرِ رحمت باری
دکھانا شانِ حق منظور تھی ھادی کاملؐ کو
مدینے سے نکل کر روکنا تھا فوج باطل کو
دوم تھا سالِ ہجری بارہویں تھی ماہِ رمضاں کی
کہ نکلی مختصر سی ایک جماعت اہل ایماں کی
نکل کر شہر سے تعداد دیکھی جاں نثاروں کی
تو گنتی تین سو تیرہ تھی ان طاعت گزاروں کی
سلاح جنگ یہ تھا آٹھ تلواریں تھیں چھ زرہیں
غنا کا رنگ یہ تھا چیتھڑوں میں بیسیوں گرہیں
کمانیں اور نیزے جو بہائے نا تراشیدہ
حدود کفش سے آزاد پائے آبلہ دیدہ
زیادہ لوگ پیدل تھے سواری پر بہت تھوڑے
کہ ستر اونٹ تھے بہر سواری اور دو گھوڑے
ہلا دیتی تھی کہساروں کو جن کی دھاک پیدل تھے
جناب حمزہؓ کیا، خود صاحب لولاکؐ پیدل تھے
علیؓ اور بو لبابہؓ اور جناب سید عالم ﷺ
یہ تینوں باری باری سے شریک ناقہ تھے باہم
ابوبکرؓ و عمرؓ اور عبد الرحمٰنؓ اک سواری پر
منازل طے کیے جاتے تھے اپنی اپنی باری پر
یہ چند افراد اٹھے تھے ضعیفوں کی حمایت کو
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو
چلے تھے یہ مجاہد آج میدان شہادت میں
محمد ﷺ کی ہدایت پر محمد ﷺ کی قیادت میں

☆☆☆

اترا۔ اسلامی لشکر کی طرف میں نرم ریت کی سطح تھی۔ بارش ہوئی تو زمین دب گئی اور نقل و حرکت آسان ہو گئی۔ حضور ﷺ نے ایک صحابی کے مشورے پر آگے بڑھ کر بدر کے بڑے چشموں پر قبضہ کر لیا اور انہیں روک کر حوض بنا لیے۔ لشکر قریش جنوبی جانب خیمہ زن ہوا۔ جسے (عدوۃ القصویٰ) یعنی (دور تر کنارہ) کہتے ہیں۔ جنگ سے ایک روز پہلے آنحضور ﷺ نے میدان کو ملاحظہ کیا اور بتلایا کہ کل انشاء اللہ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہوں گے۔ مسلمان سفر کی صعوبتوں سے تھکے ماندے تھے۔ ہر چند اگلے روز انہیں ایک پر شکوہ اور عظیم دشمن سے نبرد آزما ہونے کا احساس تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے رات کو مجاہدین پر اونگھ طاری کر دی اور دوسرے دن وہ [illegible] دم اور چاق و چوبند تھے۔ آنحضرت ﷺ رات بھر بیدار رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں نصرت اسلام کے لیے دعائیں مانگتے رہے۔ پہاڑی کے دوسری طرف مشرکین کا لشکر تمام رات ناؤ نوش میں مصروف رہا۔

۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے صف بندی کی اور فوج کو ضروری ہدایات صادر فرمائیں اور لشکر کے عقب میں ایک بلند چٹان پر عریش یعنی چھپر تیار کیا گیا تاکہ آنحضرت ﷺ جنگ کا منظر ملاحظہ فرما کر مناسب ہدایات جاری کر سکیں۔ آج کل یہاں ایک مسجد کھڑی ہے جسے مسجد عریش کہتے ہیں۔ ازاں بعد آنحضرت ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔ اگر آج تیرے یہ بندے مٹ گئے تو قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا۔ (شاہ معین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام (حصہ اول) صفحہ ۴۱ بحوالہ سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۳۶۰) مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

جنگ کے آغاز سے قبل قریش نے ایک شاہ سوار عمیر بن وہب کو لشکر اسلام کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ عمیر نے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اسلامی لشکر کا چکر کاٹا اور سرداران مکہ کو جا بتایا کہ اہل اسلام کی تعداد کم و بیش تین سو ہے۔ ان کے پاس کوئی خاص ہتھیار نہیں ہیں۔ لیکن ان کے چہروں پر عزم و استقلال کی جو تصویریں دیکھ کر آیا ہوں وہ بتا رہی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی مرے گا تو کم از کم ایک کو مار کر اور اگر ایسا ہوا تو زندگی کا مزا نہیں۔ اس لیے سوچ لو۔

دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مسلمانوں کے لیے یہ بڑے امتحان و آزمائش کا موقع تھا کہ ان کے مد مقابل ان کے بزرگ، عزیز و اقارب اور قلب و جگر کے ٹکڑے نظر آ رہے تھے۔ مگر اسلام کی محبت نے تمام رشتوں کو بھلا دیا۔ شروع میں عرب کے دستور کے مطابق مبارز طلبی ہوئی۔ اہل قریش میں سے عتبہ، شیبہ اور ولید آئے ان کے مقابلے پر تین انصاری نوجوان آئے۔ عتبہ نے پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: انصاری ہیں۔ اس پر عتبہ نے کہا: تم معزز حریف ہو، ہمیں تمہاری حاجت نہیں۔ ہمارے سامنے ہماری قوم کے آدمی آئیں۔ ایک نے آواز دی: یا محمد ﷺ ہمارے مقابل ہمارے قوی مثیل بھیج۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ، اپنے چچیرے بھائی حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ کو بھیجا۔ حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو مار گرایا۔ حضرت علیؓ نے ولید کو ڈھیر کر دیا۔ لیکن حضرت عبیدہؓ شیبہ کے مقابلے میں زخمی ہو گئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر تلوار کی ضرب سے شیبہ کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس کے بعد لشکر قریب تر ہوئے۔ ایک طرف ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا شیطانی ہجوم تھا اور دوسری طرف توحید کے مٹھی بھر پروانے آخر حق و باطل کے درمیان زور کا رن پڑا۔ ابو جہل کو دو انصاری نوجوانوں معوذ اور معاذ (بعض روایتوں میں معاذ بن عمرو ہے) نے جھپٹ کر ڈھیر کر دیا۔ بالآخر نصرت الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی ان کے ستر مشہور سردار گرفتار ہوئے اور ستر بہادر مارے گئے۔ ان میں ابو جہل کے علاوہ چودہ میں سے گیارہ وہ سردار بھی تھے جو دارالندوہ میں آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے مشورے میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں امیہ بن خلف بھی تھا جو حضرت بلالؓ پر ستم کیا کرتا تھا۔ مسلمان شہداء کی تعداد چودہ تھی جن میں آٹھ انصار تھے اور چھ مہاجرین۔ فتح کی خوشخبری دو قاصدوں کے ذریعے مدینے کو روانہ کی گئی۔ لوگوں کو یہ مژدہ سن کر حیرت ہوئی۔ جب قیدی پہنچے تو پورا یقین آیا۔ آنحضرت ﷺ نے تین روز بدر کے میدان میں قیام فرمایا۔ ازاں بعد عازم مدینہ ہوئے۔

◇★◇★◇

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی، حضور پر نور ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے ایمان و اخلاص سے رکھے، اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (یعنی گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں) اور جو رمضان میں ایمان و اخلاص سے راتوں کو عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (یعنی گناہ کبیرہ صغیرہ مٹا دیے جاتے ہیں) اور جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرے اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (یعنی درجے بڑھا دیے جاتے ہیں)۔ بخاری شریف، مسلم شریف)

(مراسلہ حاجی شوکت علی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

صاحبزادہ افتخار الحسن فاروقی

رات ڈھلنے کو تھی۔ آسمان سیاہ چادر میں جڑے ہوئے موتیوں کی مانند ان گنت ستاروں نے اس وسیع و عریض صحرا میں اجالا کر رکھا تھا۔ ان ننھے ٹمٹماتے دیوں کی روشنی میں ایک قافلہ اپنی منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ صحرا کے چوڑے سینے پر اونٹوں کی قطار مخصوص ترتیب سے حرکت کر رہی تھی۔

اچانک قافلے کی رفتار مدھم پڑ گئی اور آہستہ آہستہ تمام اونٹ ٹھہر گئے۔ صحرا کی خاموشی میں قافلے کے شرکاء کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لوگ اچانک ایک دوسرے سے رکنے کا سبب پوچھ رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ ام المومنین کا ہار کھو گیا ہے۔ قافلے نے پڑاؤ ڈال دیا اور ہار کی تلاش شروع کر دی۔ نیم تاریک صحرائی وسعتوں میں ہار کی تلاش خاصا دشوار کام تھا۔ تھوڑی دیر مشرق سے سپیدۂ سحر نمودار ہونے لگے قافلے کے شرکاء میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی نماز فجر کا وقت قریب ہے یہاں صحرا میں وضو کے لئے پانی کہاں سے میسر آئے گا؟

اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ صبح صادق کے اجالے میں صحرا کے خدو خال نمایاں ہو رہے تھے وقت تیزی سے گزر رہا تھا کوئی دم میں آفتاب کا دمکتا چہرہ افق پر نمودار ہونے والا تھا قافلے کے شرکاء پریشان تھے۔ نماز فجر کیسے ادا ہو گی؟

مالک کائنات کی نگاہ سے قافلے کے لوگوں کا اضطراب پوشیدہ نہ تھا۔ یہ کوئی معمولی قافلہ نہ تھا۔ اس میں اللہ کے نبی آخر الزماں محمد ﷺ بھی سفر فرما رہے تھے۔ اب وقت آگیا تھا کہ اللہ اپنے مخلص بندوں کو آزمائش کی اس گھڑی سے نکال لے بارگاہ ایزدی سے جبرائیل امین کو حکم ہوا اور اللہ کے رسول ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی۔

اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے لمس کیا ہو اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے چند لمحوں کے بعد قافلے کے شرکاء مسرت اور استعجاب کے عالم میں تیمم کر کے نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ ہر زبان پر یہی چرچا تھا ام المومنین کا ہار کھونا کس قدر مبارک ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو مشقت سے بچانے کیلئے تیمم کی عظیم رعایت فرما دی اب کوئی بھی مسلمان پانی نہ ملنے کی صورت میں پاک مٹی سے تیمم کر کے طہارت حاصل کر سکے گا نماز فجر کے بعد قافلے نے کوچ کیا جب ام المومنین کا اونٹ اٹھا تو اس کے نیچے سے گمشدہ ہار مل گیا۔

یہ ہار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا اللہ کے پیارے حبیب محمد ﷺ کی پیاری زوجہ محترمہ جن کی ذات میں امت مسلمہ کی خواتین کیلئے بہترین نمونہ موجود ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی اعتبار سے فضیلت عطا کی ہے رب العزت آپ پر اپنی لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین!

آپ کا نام عائشہ اور لقب صدیقہ ہے۔ اور آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اور اس لیے کوئی کنیت بھی نہ تھی۔ لیکن ایک بار آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ دیگر خواتین نے تو اپنے بچوں کے نام پر کنیت رکھ لی ہے۔ میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھانجے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنی کنیت رکھ لو عبداللہ حضرت عائشہ کی ہمشیرہ حضرت اسمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے۔ انہیں حضرت عائشہ نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا چنانچہ آپ کی کنیت ام عبداللہ قرار پائی۔ آپؓ سرکار رسالتمآب ﷺ کے حبیب اور دمساز خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام ام رومان تھا رسول پاک ﷺ سے حضرت عائشہؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت پر والدہ کی طرف سے جا کر مل جاتا ہے۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی آپؓ کے

والد ماجد کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے چنانچہ شمع اسلام نے آپ کی اس دنیا میں آمد سے پہلے ہی آپؓ کے گھر کو منور کیا ہوا تھا امام بخاری نے آپ کی حدیث درج کی ہے کہ میں نے جب سے اپنے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا آپؓ کو بچپن میں کھیل کود سے بڑی دلچسپی تھی۔ آپ کو دو کھیل پسند تھے گڑیاں کھیلنا اور جھولا جھولنا آپ کی چند سہیلیاں بھی آپ کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں بعض اوقات ایسے موقع پر رسول اکرم ﷺ تشریف لے آتے اور حضرت عائشہؓ انہیں دیکھ کر شرم سے اپنی گڑیاں چھپا لیتیں اور آپؓ کی سہیلیاں بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جاتیں، رسول اللہ ﷺ ایسے موقعوں پر آپؓ کی کمسنی خیال کرتے ہوئے آپؓ کی سہیلیوں کو تلاش کرتے اور انہیں بلا کر حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلنے کو کہتے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے پہلے کی بات ہے۔ ہجرت کے تین سال قبل آنحضرت ﷺ کی رفیق و غمخوار زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا ان کے بعد حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ حضرت عائشہ کا نکاح بے حد سادگی سے ہوا اکثر روایات کے مطابق حضرت عائشہ کا نکاح 3 قبل ہجرت میں شوال کے مہینے میں (مئی 620ء) میں ہوا تھا اور آپؓ کی رخصتی 1ھ شوال کے مہینے میں ہوئی آپؓ نکاح کے تین سال بعد میکے میں رہیں جن میں دو برس تین ماہ مکہ مکرمہ میں تقریباً آٹھ ماہ مدینہ منورہ میں گزارے اس دوران میں حضرت سودہؓ آپ کی زوجیت میں آچکی تھیں۔

حضرت عائشہ رسول مقبول ﷺ کے تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیا کرتی تھیں وہ آٹا پیستی تھیں اور آٹا گوندکر روٹی پکاتی تھیں آپ ﷺ کا بستر خود بچھاتی تھیں آپ ﷺ کے وضو کا پانی لا کر رکھتی تھیں آپ ﷺ قربانی کے جو اونٹ بھیجتے تھے اس کیلئے قلاوہ بنتی تھیں۔ رسول اقدس ﷺ بالوں میں خود اپنے ہاتھ سے کنگا کرتی تھیں آپ ﷺ کے عطر لگاتی تھیں حضور ﷺ کے کپڑے خود دھوتی تھیں۔ جب آپ ﷺ رات کو آرام فرماتے تھے تو مسواک اور پانی سرہانے رکھ دیتی تھیں مسواک کو صاف رکھنے کی غرض سے اکثر دھویا کرتی تھیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ جب گھر میں ہوتیں اور رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم دے رہے ہوتے تو آپ کان لگا کر حکمت کی باتیں سنا کرتیں اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو اسے بعد میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیتی تھیں جب تک اسے سمجھ نہ لیتیں کسی اور سے بیان نہ کرتی تھیں اور آپ نے خواتین کی درخواست پر ہفتہ میں ایک دن مقرر فرما دیا تھا اس دن خواتین آکر آپ ﷺ سے مسائل پوچھتیں تھیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر مسئلے کے جواب کیلئے پہلے قرآن سے رجوع فرماتی تھیں آپؓ نے حضور ﷺ سے جو حدیث روایت کی ہیں ان کی تعداد 2210 احادیث ان میں 1286 احادیث ایسی ہیں جو صحیح بخاری اور مسلم دونوں میں شامل ہیں 554 ایسی احادیث ہیں جو صرف صحیح بخاری میں شامل ہیں۔ اور 158 ایسی ہیں جنہیں مسلم میں شامل کیا گیا ہے۔ اور بقیہ 174 احادیث دونوں کتب میں مشترک ہیں۔ حضرت عائشہؓ نہ صرف حدیث روایت کرتی تھیں بلکہ اسکی تشریح و توضیح بھی فرمایا کرتی تھیں آپ کا شمار فقہا میں ہوتا ہے اکثر لوگ آپؓ سے مسئلے پوچھنے یا فتویٰ حاصل کرنے کیلئے آیا کرتے آپؓ کو اگر کسی اور ذریعے سے حدیث ملتی تھی تو اس کے بارے میں سخت چھان بین کے بعد اسے روایت کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نہایت فصیح اللسان، آپ کا انداز گفتگو بہترین شیریں اور متاثر کن تھا آپؓ کے شاگرد حضرت موسیٰ بن طلحہ کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ فصیح اللسان نہیں دیکھا۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر و خطابت کی بہت عمدہ صلاحیت بھی بخشی تھی۔ آپؓ کی آواز بلند تھی اور سننے والے اس آواز کے جلال سے مرعوب ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ نے رسول ﷺ کی زوجہ محترمہ کی حیثیت سے تقریباً نو برس آپ ﷺ کی رفاقت میں بسر کیے یہ وہ عہد زریں ہے کہ جس میں حضرت عائشہؓ نے اللہ کے حبیب ﷺ سے علم و عرفان کی ایک دنیا حاصل کی اور یہ تائید ایزدی ہی تھی کہ نبی کریم ﷺ کے معمولات اخلاق عادات اور زندگی کے بہت سے شعبوں میں آپ ﷺ کی تعلیمات امت مسلمہ تک حضرت عائشہؓ کی ذات گرامی کے ذریعے پہنچی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فہم و فراست اور بے مثال قوت حافظہ بخشی تھی۔ چنانچہ آپؓ کی ذات بہت ہی قیمتی معلومات اور احکام کو عوام الناس تک پہنچانے کا باعث بنی۔

غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جہاں دیگر وجوہ کی بنا پر مختلف سن و سال اور مختلف صلاحیتیں رکھنے والی خواتین سے عقد فرمایا۔ وہیں حضرت عائشہؓ کی غیر معمولی ذکاوت کی بنا پر اپنی زوجیت میں لینے کا شرف عطا فرمایا ایک شخص کسی آدمی کی نجی زندگی سے اگر کوئی پوری طرح واقف ہو سکتا ہے تو وہ اس کی بیوی ہو سکتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کی رفاقت میں آپ ﷺ کے ایک ایک عمل کو دیکھا اسے سمجھا اور یاد رکھا اور دوسروں تک پہنچایا فی الواقع اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی صورت میں امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے جن کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ امت مسلمہ پر آشکار ہوا اور زندگی کے ہر شعبے میں امت مسلمہ کے لئے واضح طرز عمل اور ہدایت میسر آگئی۔ حضرت عائشہؓ کی ذات اقدس میں امت مسلمہ کی خواتین کیلئے بہترین نمونہ موجود ہے۔ آپ کو متعدد فضیلتیں حاصل ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل فرمائی بعض اوقات آپ ﷺ کے کسی واقعے

کے نتیجے میں اہم دینی اصول مرتب کیے گئے۔ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کو بہت محبوب رکھا کرتے تھے ایک بار ایک سفر میں حضرت عائشہ کا اونٹ بدک کر بھاگنے لگا حضور ﷺ بے قرار ہو گئے ایک بار حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ کسے محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا عائشہ کو عرض کیا مردوں کی نسبت سوال ہے۔ فرمایا عائشہ کے باپ کو (بخاری) حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کے اس غیر معمولی انس کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرؓ آپ کا زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک بار عراق کی فتوحات میں موتیوں کی ایک ڈبیا آئی موتیوں کی تقسیم دشوار تھی ۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہا کہ آپ لوگ اجا زت دیں تو میں ام المومنین حضرت عائشہ کو یہ موتی بھیج دوں وہ آنحضرت ﷺ کی زیادہ محبوب تھیں سب نے خوشی سے اجازت دے دی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے متعلق خود رسول ﷺ کی زبان مبارک نے ارشاد فرمایا عائشہؓ کو عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر (بخاری)۔ (ثرید ایک کھانا) جو گوشت اور روٹی کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ آپؓ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بشارت دی کہ وہ حضرت عا ئشہ کو اپنی زوجیت میں لیں، بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز آپ ﷺ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے جواب ملا یہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں آپ ﷺ نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہؓ تھیں ۔ حضرت عائشہؓ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بھی عطا فرمایا ہے کہ آپؓ کے سوا اور کسی کے بستر پر حضور ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ جب سورۃ بقرہ اور سورۃ النساء نازل ہوئی تو حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کے پاس موجود تھیں۔ آپؓ کو یہ فخر بھی حاصل ہوا کہ حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو سلام کہا اور حضرت عائشہؓ نے حضرت جبرائیل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، حضرت عائشہؓ صدیقہ کو یہ افضیلت بھی عطا ہوئی کہ آپ ﷺ کے سوا اور کوئی کنواری بیوی حضور ﷺ کے حرم میں نہیں تھی۔ آپؓ بہت سنجیدہ، فیاض، قانع، عبادت گزار اور رحم دل تھیں۔ اپنی ذات پر آپؓ بہت کم خرچ کرتی تھیں۔ پہننے کے لئے صرف ایک جوڑا پاس رکھتی تھیں۔ کبھی کبھی زعفران میں رنگ کر کے کپڑے زیب تن فرما لیا کرتی تھیں سرخ کرتا اور سیاہ رنگ کی اوڑھنی بھی استعمال کرتی تھیں کبھی کبھی زیور پہنا کرتی تھیں گلے میں یمن کا بنا ہوا ہار تھا۔

ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپؓ نے شام ہوتے ہوتے ساری رقم محتاجوں میں بانٹ دی اس دن آپ کا روزہ تھا۔ ایک بار حضرت ابن زبیرؓ نے ایک لاکھ رقم بھیجی ایک طبق میں رقم رکھ دی اور بانٹنا شروع کر دی۔ حتیٰ کہ طبق خالی ہو گیا اس دن آپؓ روزے سے تھیں۔ ایک اور بار آپؓ روزہ تھا دروازے پر کسی سائلہ نے صدا دی گھر میں صرف ایک روٹی تھی۔ وہ دے دی خادمہ نے عرض کیا شام کو افطار کس سے کیجئے گا شام ہوئی تو کسی نے بکری کا سالن بھیجا خادمہ سے فرمایا دیکھو یہ تمہاری روٹی سے بہتر چیز اللہ نے بھیج دی ان واقعات سے معلوم ہوا کہ آپ بہت صابرہ شاکرہ، عابدہ، زاہدہ، صائمہ اور فیاض تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر بے شمار خوبیاں پیدا فرمائیں تھیں آخر کار یہ علم و عرفان کا آفتاب چھیاسٹھ (66) سال کی عمر شریف گزار کر 17 رمضان المبارک 57ھ کو منگل کی شب اس دنیا فانی سے غروب ہو گیا اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔ (آمین)۔

★✪★

علامہ نور المصطفےٰ رضوی کا گرامی نامہ

(مخزن علم و عرفان فنائی الشیخ حضرت آسی صاحب دام ظلکم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و بر کاتہ

مجلہ "الحقیقہ" موصول ہوا اور دل کو راحت نصیب ہوئی، الحمد للہ عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ ایسا موثر مجلہ خدا کرے منظر عام پر آئے، آپ کی مساعی جمیلہ کی برکت سے یہ خواہش بھی پوری ہوئی جزاکم اللہ احسن الجزا مضامین کا انتخاب بہت پسند آیا، کتابت بہت باریک ہے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے اس پیڈ پر جو اغراض و مقاصد لکھے ہیں کم از کم ایسی کتابت ہونی چاہیے۔ پہلا شمارہ جلدی میں تیار ہوا شاید اس لیے یہ سب کچھ ہوا انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ آئندہ ہر رسالہ پہلے سے بہتر ہوگا، آپ کی کرم نوازی سے "150" پرچہ موصول ہو گیا ہے۔ حسب ارشاد سجادہ نشین حضرات علماء و مشائخ سے رابطہ شروع کر دیا ہے خدا کرے بہتر نتائج بر آمد ہوں۔ آمین اعرس حضور شہنشاہ لاثانی پر حاضری سے محرومی میری بد بختی ہے۔ بوجہ علالت میں عرس سے محروم رہا لیکن مجھے یقین ہے اس موقع پر آپ کی دعاؤں سے محروم نہیں رہا۔ والد گرامی مدظلہ "الحقیقہ" کے اجراء پر مبارک پیش فرماتے ہیں اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اور دعاؤں سے بھی یاد فرماتے ہیں الحمد للہ۔
یقیناً آپ کا یہ اقدام بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں محبوب ہے، مقبول ہے۔
اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں جملہ احباب کی خدمت میں نیاز مندانہ سلام۔

والسلام

آپ کا ادنیٰ خادم (محمد نور المصطفےٰ رضوی)

جمعیت علماء پاکستان میں اتحاد

جمعیت علماء پاکستان کے نورانی اور نیازی گروپ میں گیارہ سال بعد اتحاد ہو گیا، مولانا شاہ احمد نورانی، سپریم کونسل کے چیئر مین اور مولانا عبدالستار خان نیازی جمعیت کے صدر ہوں گے۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ گیارہ سالہ انتشار کے بعد جمعیت علماء پاکستان پھر سے متحد ہو گئی ہے کیونکہ سواد اعظم کے دو گروپوں میں رنجش اور عدم اعتماد درحقیقت شخصیتوں کی باہمی رنجش سے زیادہ اس نظریے اور دینی و سیاسی سلسلہ عمل کا انتشار تھا، جو پاکستان کے وجود میں آنے سے لے کر ایک طویل عرصے تک جاری و ساری رہا۔ آج وطن عزیز جہاں معاشی تنگ دستی کا شکار ہے وہاں نظریاتی، سیاسی اور دینی اعتبار سے بھی انحطاط پذیر ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ جمعیت علماء پاکستان اپنے اتحاد کو فی الواقع ایک معیاری اور مفید اتحاد ثابت کرے اور پھر سے ملک میں موجود لسانی و صوبائی تعصبات کے خلاف جہاد شروع کرے، کیونکہ آج ملک دشمن عناصر اور وہ لوگ جو وجود پاکستان کے کبھی قائل نہیں تھے اس کوشش میں ہیں کہ عامتہ الناس کو دینی و علاقائی حوالوں کے غلط استعمال کے ذریعے پاکستان کے خلاف استعمال کریں۔ اگر

روزنامہ نوائے وقت

جے یو پی اپنی قوت کو مجتمع کر کے، معاشرے کو اسلام اور پاکستان کے لیے کام کرنے پر تیار کرے تو یہ واقعتاً اس کے اتحاد کا شیریں ثمر ثابت ہو گا۔ جمعیت علماء پاکستان کے اکابر نے تحریک پاکستان میں کلیدی رول ادا کیا جو تاریخ کا حصہ ہے، لیکن آج پاکستان کی جو درگت بنادی گئی ہے اس کے پیش نظر جے یو پی کو پھر سے سرگرم عمل ہونے کی ضرورت ہے۔ جو اتحاد عمل میں آیا ہے۔ وہ خوش آئند ضرور ہے لیکن مکمل نہیں، کیونکہ اب بھی اس کے حاجی فضل کریم اور حامد سعید کاظمی جیسے فعال اور مضبوط بازو اس سے جدا ہیں، توقع ہے کہ مولانا نیازی اور مولانا نورانی اپنی علمی اور سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے مذکورہ دونوں رہنماؤں کو بھی اپنی جادہ پیمائی میں پھر سے شامل کر لیں گے، پارٹی کی بزرگ قیادت کو دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی صالح اور بالغ جانشینی پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ کیونکہ قیادتیں تیار کی جاتی ہیں وہ آسمان سے نازل نہیں ہوتیں۔ اس طرح جمعیت علماء پاکستان کو عوام سے اپنے رابطے کو زندہ کرنا ہو گا تاکہ سواد اعظم ہونے کا استحقاق برقرار رہ سکے۔ وگرنہ بھرپور ماضی ایک کھوکھلے مستقبل سے بھی بدل سکتا ہے۔ آج پاکستان کو ایسی دینی سیاسی قیادت کی ضرورت ہے جو مسلمانان وطن کو نظریہ پاکستان سے محبت، اور فرقہ واریت سے نفرت پر ابھارے، نظریہ پاکستان اور اسلام کو تقویت دینے کی ضرورت ہے اور نظریاتی مخالفین کا جواب دینا وقت کا تقاضا ہے۔۔۔

حضرتِ زہرا رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور

خاندان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

☆☆ غلام مصطفےٰ مجددی ☆☆

آل رسول کی محبت و مودت کے کچھ دعویدار یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت زہرا، حضرت علی اور خاندان صدیق اکبر کے درمیان بہت سے اختلاف تھے۔ جبکہ حقائق ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ وہ پاکیزہ سیرت لوگ رحماء بینھم کی نص قطعی کے مطابق آپس میں ریشم کی طرح نرم تھے۔ ان حقائق کا مشاہدہ کیجئے۔

۱۔ حضرت صدیقؓ کا ارشاد: حضرت صدیق اکبرؓ، آل رسول کے بارے میں فرماتے ہیں "والذی نفسی بیدہ لقرابة رسول اللہ ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی"۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے اپنے اقرباء سے زیادہ رسول اللہ کے اقربا محبوب ہیں (بخاری شریف)

۲۔ حضرت علیؓ کا ارشاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں "اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر خلیفہ صدیق تھے، اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق تھے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ان دونوں کا مقام اسلام میں عظیم ہے ان کی وفات سے اسلام کو شدید نقصان ہوا، اللہ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے۔ (شرح نہج البلاغۃ جز۲۱ مطبوعہ ایران)۔

۳۔ حضرت عائشہؓ کا ارشاد: حضرت جمیع ابن عمیر فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس گیا، میں نے پوچھا کون شخص نبی اکرم ﷺ کو بہت پیارا تھا، آپ نے فرمایا فاطمہ، میں نے کہا مردوں میں فرمایا ان کے خاوند (علی)(۔ ترمذی، مشکوۃ)

۴۔ حضرت زہراؓ کا وعدہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی شہزادی سیدہ زہرا سے وعدہ لیا کہ کیا تم اس کو محبوب نہ رکھو گی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔ جناب زہرا نے جواب دیا کیوں نہیں؟ فرمایا تو عائشہ سے محبت کرو۔ (مسلم، مشکوۃ)

۵۔ حضرت زہرا کے نکاح کا واقعہ: شیعہ حضرات کی

کتاب جلاء العیون (اردو) میں لکھا ہے

ایک دن ابو بکرؓ، عمرؓ اور سعد آپس میں بیٹھے مزاوجت فاطمہ کا ذکر کر رہے تھے کہ ابو بکر نے کہا اشراف قریش نے فاطمہ کی خواست گاری حضرت سے کی۔ اور حضرت نے جواب دیا کہ اس کا اختیار پروردگار کو ہے۔ اور حضرت علی نے اس کے بارے میں حضرت سے کچھ نہ کہا۔ گمان یہ ہے کہ سوائے تنگ دستی کے اور کچھ مانع نہیں، اور جو کچھ ہم جانتے ہیں کہ خدا اور رسول نے حضرت فاطمہ کو علی کے لئے رکھا ہے۔ ابو بکر نے سعد سے کہا اٹھو علی کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ فاطمہ کی خواست گاری کریں، اگر تنگ دستی مانع ہے تو ہم اس بات میں ان کی مدد کریں گے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور جناب امیر کے گھر گئے، حضرت نے فرمایا کس لیے آئے ہو۔ ابو بکر نے کہا اے ابوالحسن کوئی فضیلت، فضیلت ہائے نیک سے نہیں ہے مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو۔ تمہارے اور حضرت رسول کے درمیان جو رابطہ بہ سبب یگانگی اور مصاحبت دائمی و نصرت یاری اور جو روابط معنوی ہیں وہ معلوم ہیں۔ جمیع قریش نے فاطمہ کی خواست گاری کی۔ مگر حضرت نے قبول نہ کی۔ پس تم کو کیا چیز فاطمہ کی خواست گاری میں مانع ہے، امیر نے ابو بکر سے یہ سنا اور آنسو، چشم ہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا میرا غم واندوہ تم نے تازہ کر دیا ہے۔ کون فاطمہ کی خواست گاری نہ چاہتا ہوگا۔ لیکن مجھے بہ سبب تنگ دستی اس امر کے اظہار سے شرم آتی ہے۔ پس ان لوگوں نے جناب امیر کو راضی کیا کہ رسول خدا کے پاس جا کر حضرت فاطمہ کی خواست گاری کریں۔ (جلاء العیون اردو ص ۱۸۰ جلد ۱)۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ کا جہیز خریدنے کے لیے بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو منتخب فرمایا۔ اس کا مکمل واقعہ بھی موجود ہے خاندان صدیق اکبرؓ سے آل رسول کے متعدد رشتہ داریاں قائم ہوئیں جو ان کے باہم شیر و شکر ہونے کی دلیل ہیں۔ آل رسول نے اپنی اولاد کے نام بھی خلفاء ثلاثہ کے ناموں پر رکھے۔ یہ بھی محبت و مودت کا ثبوت ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ نے اپنے تین بیٹوں کا نام ابو بکر، عمر، عثمان رکھا۔ (منتہی الآمال جلد ۱ ص ۳۶ مطبوعہ ایران)

۲۔ حضرت امام حسنؓ نے اپنے دو بیٹوں کا نام ابو بکر، عمر رکھا۔ (کشف الغمہ ص ۵۸۰ جلد ۱، مطبوعہ ایران)

۳۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (تفسیر قمی ص ۵۰۳ جلد ۲، مطبوعہ ایران)

"مومنین" کے نزدیک امام مقتدی سے افضل ہوتا ہے، یہاں کیا خیال ہے۔

۴۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکر صدیق و عمرؓ کو "اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ" کے القاب دیئے اور ان کے وصال بالحق کی گواہی دی (احقاق حق ص ۲۶)

۵۔ حضرت ابو بکر کی بہو اور حضرت علی کی بہو شہربانو سگی بہنیں تھیں۔ جن سے پیدا ہونے والے حضرتِ قاسم اور حضرت زین العابدین آپس میں خالہ زاد تھے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۴۹)

۶۔ یاد رہے کہ حضرت ابو بکر کے پوتے قاسم بن محمد حضرت امام جعفر صادق کے نانا محترم تھے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۸۳)

۷۔ امام حسن، حضرت ابو بکر کے بیٹے عبدالرحمٰن کے داماد تھے۔ (شرح ابن حدید جلد ۴ ص ۵)

۸۔ امام حسن کی صاحبزادی کا نکاح حضرت صدیق اکبر کے نواسے عبداللہ بن زبیر سے ہوا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۱۷۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فریقین کی مستند کتابوں کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ مشکوٰۃِ نبوت سے بلاواسطہ مستنیر ہونے والے وہ مقدس افراد جو بغض وکینہ اور بغض و عناد جیسی بیماریوں سے پاک تھے۔ ان کا ہر لمحہ حیات اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے بسر ہوتا تھا۔ وہ اللہ سے راضی تھے اور اللہ ان سے راضی تھا۔ ان مبارک لوگوں کو اپنے اوپر قیاس کر کے ان کو "خاندانی عصبیت" کا علمبردار سمجھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ چند تاریخی روایات غلط ہو سکتی ہیں، قرآن پاک سے قوت ایمان اور حسن اعمال کی سند حاصل کرنے والے غلط نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے ساتھ اچھائی کا وعدہ فرمالیا ہے۔ ہمیں بھی ان کا ذکر اچھائی کے ساتھ کرنا چاہیے۔

۶۔ <u>حضرت زہرا کی تکفین</u>: حضرت سیدہ زہرا کا وصال ہوا تو حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا اور سیدہ کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ تیار کیا۔ (سفینہ نوح ص ۵۵)

۷۔ <u>نماز جنازہ کس نے پڑھائی</u>: سنی اور شیعہ روایات کے مطابق حضرت زہرا کی نماز جنازہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے پڑھائی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "کبر ابوبکر علی فاطمة اربعا" "حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۹۸، حوالہ سفینہ نوح ص ۵۷)

امام علاء الدین کاشانی لکھتے ہیں "رُوِیَ اَنَّہٗ صَلّٰی عَلٰی فَاطِمَۃَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ کَبَّرَ اَرْبَعًا" علامہ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں "صَلّٰی عَلَیْھَا اَبُوْبَکْرٍ اِمَامًا بِاَمْرِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ"۔ (سفینہ نوح ص ۵۷)

شیعہ حضرات نے بھی لکھا ہے۔ "اِنَّ اَبَا بَکْرٍ ھُوَ الَّذِیْ صَلّٰی عَلٰی فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ وَ کَبَّرَ عَلَیْھَا اَرْبَعًا" بے شک ابو بکر نے حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۰۰)۔

★✪★

شبِ قدر کی فضیلت

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شب قدر کو مندرجہ ذیل ناموں سے پکارا گیا ہے۔

۱: لیلۃ القدر ، ۲: لیلۃ المبارکہ۔

(سورۃ الدخان آیت نمبر ۳)

قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں۔

سورۃ قدر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بیشک ہم نے اس "قرآن" کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف) شب قدر میں اتارا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر (کی عبادت اور نیکی) ہزار مہینوں (کی متواتر عبادت اور نیکی) سے بہتر ہے (یعنی اس سے بھی زائد ہے)۔ فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر "امر خیر" کے لئے اس "رات" میں اترتے ہیں۔ یہ "سلامتی" اور امن کی "رات" ہے اور یہ "کیفیت امن و خیر" صبح کے نکلنے تک رہتی ہے۔ (ترجمہ فیوض القرآن ۔ ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی صفحات ۸۷_۱۳۸۶)

بقول اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانؒ (تفسیر قرآن کریم)

"اس کو شب قدر اسلئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف اور خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اس کو شب قدر کہا گیا ہے"۔

بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن جلد ۲۔ صفحات ۶_۴۰۵)

"اب رہا یہ سوال کہ یہ کونسی رات ہے تو اس میں اتنا اختلاف ہوا ہے کہ قریب قریب چالیس مختلف اقوال اس کے بارے میں ملتے ہیں"۔

لیکن علماء امت کی بڑی اکثریت یہ رائے رکھتی ہے کہ رمضان کی آخری دس تاریخوں میں سے کوئی ایک طاق رات شب قدر ہے۔ اور ان میں بھی زیادہ تر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے۔ اس معاملہ میں جو معتبر احادیث منقول ہوئی ہیں انہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا وہ ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے۔

"ابو داؤد طیالسی" دوسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے یہ ہے کہ وہ رمضان کی آخری رات ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابی بن کعبؓ سے زر بن حبیش نے شب قدر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حلفاً کہا اور استثناء نے کیا کہ وہ ستائیسویں رات ہے۔ (احمد ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان)

حضرت ابوذرؓ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے بہت لوگوں کو اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات ہے، اکیسویں یا تیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں یا آخری۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو جب کہ مہینہ ختم ہونے میں نو دن باقی ہوں، یا سات دن باقی، یا پانچ دن باقی۔ (بخاری شریف) اکثر اہل علم نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضور ﷺ کی مراد طاق راتوں سے تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت ہے کہ نو دن باقی ہوں یا سات دن باقی یا پانچ دن یا تین دن یا آخری رات۔ مراد یہ تھی کہ ان تاریخوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے تا زیست رمضان کی آخری دس راتوں میں اعتکاف فرمایا ہے۔

اس معاملہ میں جو روایات حضرت معاویہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ بزرگوں سے مروی ہیں ان کی بناء پر علمائے سلف کی بڑی تعداد ستائیسویں رمضان ہی کو شب قدر سمجھتی ہے۔

عبداللہ یوسف علی رقمطراز ہیں۔

"Literalists refer to some particular night in the calender, but there is no agreement as to which it is. The 23rd , 25th or 27th night of Ramadhan as well as

other nights". The Holy Quran. text & Translation 18 3 Edition p-1765)

سورۃ قدر میں شب قدر کو ہزار مہینوں سے بہتر کیا گیا ہے، ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور ۴ مہینے ہوتے ہیں، پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ مہینے سے بہتر بتایا ہے، ہزار مہینے سے شب قدر کس قدر بہتر ہے۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ حدیث مبارکہ ہے: "من حرمها فقد حرم الخير كله و لا يحرم خيرها الا كل محروم"۔ (ابن ماجہ)

"یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا "گویا" پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے۔ جو کامل محروم ہو۔"

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں، اس امت کی عمر تقریباً ۷۰، ۸۰ سال ہوتی، اللہ پاک نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرما دی، اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا، محنت کم ہوئی ۔ وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی امتوں سے بڑھ گئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: "مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"۔ (بخاری و مسلم)

"جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کیلئے "کھڑا رہا" اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ (مکاشفۃ القلوب صفحات ۹۱۔۲۹۰) پر ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے روایت کی کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب لیلۃ القدر آتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں اور کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ذکر اللہ کرنے والے کے لئے دعا کرتے اور اس کو سلام کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمان ہے: لیلۃ القدر میں زمین پر کنکریوں سے زیادہ تعداد میں فرشتے نازل ہوتے ہیں، چنانچہ ان کے نازل ہونے کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، کثرت سے انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور اس میں فرشتے اور لوگ متفرق طور پر عیاں ہوتے ہیں، بعض کو آسمانوں اور زمین کے فرشتے نظر آتے ہیں، تو آسمانوں کے حجاب کھل جاتے ہیں۔ وہ وہاں فرشتوں کا مکاشفہ ہوتا ہے، بعض کھڑے ہیں، بعض بیٹھے ہیں، بعض رکوع میں ہیں ، بعض سجدہ میں ہیں، بعض شکر کر رہے ہیں، بعض سبحان اللہ پڑھ رہے ہیں اور بعض لا الہ الا اللہ پڑھ رہے ہیں۔ اور بعض کو جنت کا مکاشفہ ہوتا ہے کہ اس میں محلات، مکانات، حوریں، نہریں، درخت اور پھل ہیں۔ رحمٰن تعالیٰ کے عرش کا مکاشفہ ہوتا ہے اور اس کی چھت کا کشف ہوتا ہے اور انبیاء صدیقین، شہداء اور اولیاء کے مراتب کا پتہ چلتا ہے۔ وہ عالم ملکوت اور عالم لاہوت کی سیر کرتا ہے، وہ دوزخ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کی وادیاں دیکھتا ہے اس طرح کفار کے حالات سے آگاہ ہوتا ہے، بعض سے اللہ تعالیٰ کے جمال کے حجابات کھل جاتے ہیں، چنانچہ ان کو صرف اسی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

شب قدر کی نشانی

شب قدر کی نشانی یہ ہے کہ وہ شب نہ زیادہ گرم ہوتی ہے اور نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ درمیانی ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شب قدر میں کتے نہیں بھونکتے اور اس کی صبح کو سورج طشت کی طرح پھیکا پھیکا نکلتا ہے گویا اس کی کرنیں ہی نہیں جو اہل دل، اصحاب ریاضت اور اطاعت گذار ہیں ان کے لیے شب قدر کے عجائبات کھول دیے جاتے ہیں۔ (بحوالہ غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۲، حضرت عبد القادر جیلانیؒ)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب شب قدر آتی ہے۔ تو حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں کہ اپنے ساتھ سدرہ پر رہنے والے ستر ہزار فرشتوں کو لے کر زمین پر اتر جاؤ۔ فرشتوں کے پاس نور کے جھنڈے ہوتے ہیں پھر جب یہ فرشتے زمین پر اتر آتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اور تمام فرشتے چار جگہ جھنڈے گاڑ دیتے ہیں۔ کعبہ اقدس کے پاس، روضہ اطہر کے پاس، مسجد بیت المقدس کے پاس اور مسجد طور سینا کے پاس، پھر جبرائیل فرشتوں کو دنیا میں پھیل جانے کا حکم فرماتے ہیں۔ فوراً فرشتے دنیائے اسلام میں پھیل جاتے ہیں اور کوئی محلہ، گھر، حجرہ اور کشتی جس میں مومن مرد اور مومنہ خواتین ہوں باقی نہیں رہتا کہ فرشتے وہاں نہ گئے ہوں، ہاں، جس گھر میں کتا یا سور یا شراب یا ناپاک آدمی یا تصویر ہو وہاں نہیں جاتے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہتے ہیں اور لا الہ الا اللہ پڑھتے رہتے ہیں اور امت محمدیہ کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جب صبح صادق کی پو پھٹنے لگتی ہے تو آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور پہلے آسمان کے فرشتے ان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ بھائیو! آپ حضرات کہاں سے آرہے ہیں پھر دنیاوی آسمان پر رہنے والے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ حق تعالیٰ مجدہ نے بندوں کے اور ان کی ضرورتوں کے سلسلہ میں کیا کیا؟ حضرت جبرائیل فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نیک حضرات کو بخش دیا اور بد نصیبوں کے حق میں ان کی شفاعت قبول کرنے کا وعدہ فرمایا پھر حق تعالیٰ نے اس امت کو جو بخشش و رضا عطا فرمائی ہے اس سے خوش ہو کر فرشتے شکریہ کے طور پر حق تعالیٰ شانہ کی حمد و ثنا فرماتے ہیں اور بلند آواز سے سبوح قدوس کے ذکر میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں پھر انہیں دنیوی آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان تک رخصت کرتے ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے ساتویں آسمان تک پہنچاتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیلؑ فرماتے ہیں کہ آسمانوں پر رہنے والو اپنی اپنی جگہ لوٹ جاؤ چنانچہ

ہر آسمان کے فرشتے بھی اپنی جگہ چلے جاتے ہیں اور سدرہ کے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کہاں تھے؟ یہ فرشتے وہی جواب دیتے ہیں جو جواب پہلے آسمان کے فرشتوں نے دیا تھا۔ یہ سن کر سدرہ کے فرشتے بھی بلند آواز سے تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو جاتے ہیں اور ان کی آوازیں جنت المأویٰ، جنت النعیم، جنت عدن اور فردوس میں پہنچتی ہیں۔ پھر عرش رحمن تک پہنچ جاتی ہیں اور عرش بھی اس امت کو دیے گئے انعامات کا شکر بجالانے کے لئے رب العالمین کی تسبیح و تقدیس میں اور حمد و ثنا میں لگ جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ پوچھتا ہے، حالانکہ اسے سب کچھ معلوم ہے کہ اے عرش! تو نے اپنی آواز کیوں بلند کی ہے۔ عرش عرض کرتا ہے اے میرے رب مجھے خبر ملی ہے کہ کل آپ نے امت محمدیہ کے نیک حضرات کو بخش دیا اور ان کے بدوں کے حق میں آپ نے ان کی شفاعت قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اے میرے عرش تو سچ کہتا ہے میرے پاس امت محمدیہ ﷺ کے لئے ایسے ایسے اعزاز ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا تصور ہی آیا۔

کہتے ہیں حضرت جبرائیلؑ شب قدر میں اترتے ہیں تو وہ مسلمانوں کو سلام کرتے ہیں اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس وقت انسان کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے، دل نرم پڑ جاتا ہے اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ (ملاحظہ غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین، حصہ دوم، صفحات ۲۱-۲۰)۔ غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

شب قدر یعنی عظمت و حکمت والی رات یا برکت والی رات جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا، دیکھو ہم نے قرآن پاک برکت والی رات میں اتارا جس میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے پھر حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے یعنی اس ماہ کی عبادت ان ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو، کہا جاتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جس قدر مسرت خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ سے ہوئی ایسی مسرت کسی چیز سے نہیں ہوئی اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایک دن رحمت عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے چار اسرائیلی حضرات کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہ کی اسی سال لگاتار عبادت کی اور ذرا سی دیر کے لئے بھی نافرمانی نہیں کی، یہ تھے حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشع بن نون علیہم الصلوٰۃ والسلام، ان کی عبادت کا حال سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حیرت میں رہ گئے۔ اتنے میں رحمت عالم ﷺ پر حضرت جبرائیلؑ وحی لے کر اتر آئے اور فرمایا کہ اے محمد ﷺ تم نے اور تمہارے اصحاب نے ان لوگوں کی اسی سالہ عبادت پر حیرت و استعجاب کا اظہار فرمایا جس میں ان بزرگوں نے ایک گھڑی بھر کے لئے بھی بلکہ ایک منٹ کے لئے بھی حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی نہیں کی، حق تعالیٰ شانہ نے آپ پر اس سے بھی بہتر ایک چیز اتار دی ہے پھر حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو انا انزلنا پڑھ کر پوری سورت سنائی اور فرمایا یہ "شب قدر کی عبادت" ۸۳ سال چار ماہ سے افضل ہے تم ان کی ۸۰ سالہ عبادت کی وجہ سے حیرت میں ہو تمہیں تو حق تعالیٰ نے ایک ایسی عظیم رات عطا فرمائی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ۸۳ سال چار ماہ عبادت سے بھی افضل ہے اس سے رحمت عالم ﷺ کو مسرت ہوئی۔

یحییٰ بن صالحؒ، بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے جس نے ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں لگاتار جہاد کیا اور کبھی اسلحہ نہیں اتارا،

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ان کا ذکر صحابہ کرام سے فرمایا ان کا ذکر سن کر صحابہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تمہارے لئے شب قدر کی عبادت ان ایک ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے جن میں اس اللہ کے بندے نے اسلحہ نہ اتارا اور برابر جہاد کرتے رہے، ان کا نام شمعون یا شمسون تھا۔ یہ اسرائیلیوں میں ایک مشہور عابد ہیں۔ پھر فرمایا اس رات میں سورج ڈوبتے ہی فرشتے اترتے ہیں اور حضرت جبرائیلؑ بھی صبح صادق تک رہتے ہیں۔

شب قدر کی دعا: امام غزالیؒ (مکاشفۃ القلوب) میں فرماتے ہیں:

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ماہ رمضان کی ستائیسویں شب صبح تک زندہ کی "عبادت کی" تو وہ مجھے رمضان کے قیام سے زیادہ عزیز ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے ابا جان! کمزور مرد اور عورتیں جو قیام شب پر قادر نہیں، وہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: وہ تکیے قدر نہیں کہ جن پر وہ ٹیک لگاتے ہیں اور اسی رات ایک گھڑی بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ مجھے یہ بات اپنی ساری امت کے قیام رمضان سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے لیلۃ القدر کو شب بیداری کی اور اس رات میں دو رکعت پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگی اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں غوطہ لگایا اور جبرائیل علیہ السلام اس پر پر لگائیں گے اور جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام پر لگائیں گے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (صفحہ نمبر ۲۹۱)

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر مجھے شب قدر معلوم ہو جائے تو اس میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو۔ "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ" یعنی اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنا تجھے پسند ہے تو مجھے معاف فرما دے۔

★O★

قادیانی ”نبی“ کی کہانی

کچھ میری اور کچھ اسکی اپنی زبانی

صادق علی زاہد

قادیانیت کا تعارف و پس منظر

قادیانی مذہب کے متعلق موافقانہ و مخالفانہ مواد لاکھوں صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور بلا تعصب مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قادیانی تحریک سیاسی اعتبار سے کتاب سازش کا دیباچہ اور انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے یہ کوئی مذہبی گروہ نہیں تھا مگر بوجوہ اس کو اسی تناظر میں دیکھا گیا اور اب بھی دیکھا جا رہا ہے مذہب کے پردے میں قادیانی اکابرین نے مسلمانان ہند کو الفاظ کے پیچوں، زیر وزبر کی ہیئت اور لغت کے بکھیڑوں میں الجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ملت مرزائیہ کے کفر وارتداد میں نہ پہلے کوئی شک وشبہ تھا اور نہ ہی اب ہے۔ اور اس بارے میں بھی اب دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ قادیانیت کا بیج مکار انگریز نے اپنی مذموم سیاسی ضرورت کی تکمیل کیلئے سرزمین برصغیر میں بویا تھا، سرزمین ہند پر جب انگریز کا قبضہ ہو گیا تو یہ بات اسکے دماغ میں کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی کہ ہندو اور مسلم ایک ہی دھرتی کے باسی ہیں بلکہ ہندو قدیم باشندے ہیں اور مسلمان نووارد مگر اس کے برعکس ہر جگہ مزاحمت میں مسلمان ہندوؤں سے آگے ہوتے ہیں۔ ہندو کسی مقام پر بھی ہمارے سامنے جم کر کھڑے نہیں ہوئے مگر یہ مسلمان ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم سے بات کرتے ہیں ہم ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس ہوتے ہیں مگر تیر و تفنگ اور لاٹھیاں لے کر میدان میں جم جاتے ہیں اپنی جان کی پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں سمجھتے اور بے دریغ لڑتے ہوئے شہید بھی ہوتے ہیں اور فتح یاب ہو جاتے ہیں کیا وجہ ہے یہ لوگ اتنے نڈر اور بے باک کیوں ہوتے ہیں اور ان سے پیچھا کیونکر چھڑایا جا سکتا ہے۔ ان دونوں سوالوں کے جواب اخذ کرنے کیلئے برطانوی پارلیمنٹ کے ممبروں، عیسائی راہنماؤں اور سیاسی مدبروں پر مشتمل ایک وفد ۱۸۶۹ء میں برصغیر میں وارد ہوا۔ یہاں آکر ممبران وفد نے مختلف سیاسی و مذہبی شخصیات سے ملاقاتیں کیں، عوام کے نظریات و افکار کا تجزیہ کیا، ہندوستان میں پہلے سے موجود عیسائی اور یہودی مشنریوں سے ملاقاتیں کر کے ان کی آراء معلوم کیں مسلم معاشرہ میں گھس کر ان کی مذہبی کیفیات کو بنظر غائر دیکھا اور مسلم عوام کے سیاسی و مذہبی معاملات میں ان کے مذہبی راہنماؤں کے اثر و رسوخ کا جائزہ لیا اور ایک سال تک خفیہ رپورٹیں مرتب کرنے کے بعد ۱۸۷۰ء میں یہ وفد دوبارہ واپس برطانیہ چلا گیا اور لندن میں ایک کانفرنس کا اہتمام کر کے مندرجہ ذیل رپورٹ پیش کی۔(رپورٹ کا موضوع سے متعلقہ اقتباس تحریر کیا جاتا ہے)

”ملک ہندوستان کی اکثریتی آبادی اندھا دھند اپنے پیروں یعنی روحانی راہنماؤں کی پیروی کرتی ہے اگر اس مرحلہ پر ہم ایک ایسا آدمی تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کیلئے تیار ہو جائے کہ اپنے ظلی نبی (نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کر دے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جائے گی لیکن اس مقصد کیلئے مسلمان عوام میں سے کسی شخص کو ترغیب دینا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد حاصل کر کے ہندوستانی حکومتوں کو محکوم بنایا لیکن وہ مختلف مرحلہ تھا اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی ضرورت تھی لیکن اب جبکہ ہم نے ملک کے کونے کونے میں اقتدار جما لیا ہے اور ہر طرف امن اور آزادی ہے تو ہمیں ایسے اقدامات کرنے چاہیے جن سے ملک میں داخلی بے چینی پیدا ہو سکے۔ (مطبوعہ رپورٹ سے اقتباس انڈیا آفس لائبریری لندن حوالہ قادیان سے اسرائیل تک از مولانا سمیع الحق)

یہ تخریبی اور روح فرسا رپورٹ عالم اسلام کے خلاف بھیانک سازش اور نبی کریم ﷺ کی مبارک ختم نبوت پر ایک ڈاکہ ڈالنے کی سازش تھی اور برطانوی مدبروں نے اس کو ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا وردو (The Arrival of British Empire in India) کا نام دیا۔

اس رپورٹ کی روشنی میں برطانوی پارلیمنٹ کے حکم پر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ "پارکنسن" کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ایسے مذہبی غدار کی تلاش کرے جو نبوت کا دعویٰ کر کے سلطنت برطانیہ کے جواز کو الہامی سند مہیا کر سکے اور جہاد کی حرمت کا اعلان عام کرے، ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے مرزا قادیانی سمیت (۴) افراد کو انٹرویو کیلئے طلب کیا اور مرزا قادیانی اس مذموم مقصد کی تکمیل کیلئے مناسب اہلیت ثابت ہونے پر چن لیا گیا۔

جب مرزا قادیانی کو بطور نبی چن لیا گیا اس نے انگریز کی پشت پناہی کی بدولت اپنے نبی اور رسول۔ آخری نبی بلکہ تمام نبیوں سے زیادہ عزت و شان والے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا (نعوذ باللہ من ذلک) آئندہ صفحات کے ملاحظہ کے بعد آپ فیصلہ فرمائیں گے نبی اور رسول ہونا تو بڑی دور کی بات ہے کیا مرزا قادیانی ایک شریف انسان کہلانے کا حق دار تھا......؟

مرزا قادیانی کی اخلاقی حالت:

کسی بھی انسان کی اخلاقیات کا اندازہ اس کی تحریروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ بطور نمونہ مرزا قادیانی کی چند تحریریں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ اپنے جنم کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے لکھا:

وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس کا نام جنت تھا وہ صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئی تھی پہلے وہ پیٹ میں سے نکلی تھی اس کے بعد میں نکلا تھا۔ (تریاق القلوب تقطیع کلاں صفحہ ۱۵۷)

۲۔ نسل (قوم) بدلنا ایک مذموم اور شنیع فعل ہے: قرآن کریم نے قوم کو پہچان کا ایک ذریعہ بتایا ہے مرزا صاحب نے اپنی مندرجہ ذیل نسلیں تحریر کیں ہیں کس پر اعتبار کیا جائے

۱۸۹۸ء تک: مغل برلاس۔ کتاب البریہ صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۶ مندرجہ روحانی خزائن صفحہ ۱۲۶ تا ۱۹۰ (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ ۱۶۰

۱۹۰۰: فارسی خاندان: (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۷) (رئیس قادیاں صفحہ ۲ جلد اول)

۵ نومبر ۱۹۰۱ء: اسرائیلی اور فاطمی (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۶)۔

۱۹۰۲ء: چینی الاصل (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۰)، ۱۹۰۷ء (چشمہ معرفت ۳۱۶)

نیز فرمایا:۔ میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مختلف نسلوں کے انبیاء کا تذکرہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ میں مختلف نسلوں کا حامل ہوں اتنی نسلیں کہ تم ان کو شمار ہی نہیں کر سکتے۔

مرزا محمود احمد کے بقول "کسی خاص قوم کے کسی خاص انسان کی اولاد ہونے کا ثبوت خاندانی روایات ہیں"۔ (تفسیر صغیر پارہ اول)

۳۔ خائن:

آپ قادیانی حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اکرم ﷺ کا پرتو اور عکس ثانی ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔ میرا محبوب ﷺ بچپن ہی سے صادق اور امین کے من موہنے اور دلنشین ناموں سے پکارا جاتا تھا مگر قادیانی نبی.....

"والد کی ماہوار پنشن لینے گیا اور رقم وصول کر کے بجائے گھر آنے کے لئے تلے اڑاتا رہا اور رقم ختم ہو جانے پر مارے شرم اور ندامت کے گھر آنے سے گھبراتا تھا اور بجائے گھر آنے کے سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پندرہ روپے ماہوار پر ملازمت اختیار کر لی" (سیرۃ المہدی جلد اول صفحہ ۴۳۔ روایت نمبر ۴۹)

• شراب و کباب کا رسیا:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مرید خاص حکیم محمد حسین کو لکھا کہ میاں یار محمد کو بھیج رہا ہوں گھریلو استعمال کی اشیاء خصوصاً "ٹانک وائن" خود احتیاط سے خرید کر دیں"۔ (خطوط امام بنام غلام صفحہ ۵۔ مکتوبات بنام حکیم محمد حسین قادیانی)

برطانوی پارلیمنٹ کے حکم پر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ "پارکنسن" کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ایسے مذہبی غدار کی تلاش کرے جو نبوت کا دعویٰ کر کے سلطنت برطانیہ کے جواز کو الہامی سند مہیا کر سکے اور جہاد کی حرمت کا اعلان عام کرے، ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے مرزا قادیانی سمیت (۴) افراد کو انٹرویو کیلئے طلب کیا اور مرزا قادیانی اس مذموم مقصد کی تکمیل کیلئے مناسب اہلیت ثابت ہونے پر چن لیا گیا۔

شاعر: مرزا قادیانی صاحب شاعری کا شوق فرماتے تھے۔ دیگر کتب میں جابجا بکھرے ہوئے اشعار کے علاوہ "درثمین" اردو اور فارسی کلام کا مجموعہ ہے۔ شعراء کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ والشعراء یتبعھم الغاون (الشعراء ۲۲۵)

قادیانی تفسیر صغیر مولفہ مرزا بشیر الدین محمود میں اس آیت مبارکہ کا ترجمہ اس طرح لکھا گیا ہے "اور شعراء کی جماعت ایسی ہوتی ہے کہ ان کے پیچھے چلنے والے گمراہ ہوتے ہیں" (تفسیر صغیر صفحہ ۴۸۲)

قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی شاعر کی اتباع کر رہے ہیں قرآنی آیت

نبی اور رسول ہونا تو بڑی دور کی بات ہے کیا مرزا قادیانی ایک شریف انسان کہلانے کا حق دار تھا ؟

مبارکہ کے مطابق اور بقول بشیر الدین محمود قادیانی تو گمراہ ہیں۔

قادیانیوں کے عظیم روحانی پیشوا کی شاعری کے چند نمونے ملاحظہ کریں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ مرزا قادیانی تحفۃ الندوہ ص ۱۰ پر لکھتا ہے کہ میرا کلام قرآن پاک کی طرح خدا کا کلام ہے آپ ہی بتائیے کہ یہ کس کا کلام ہے (۱)

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا۔ بخدا پاک دانمش ز خطا
(در ثمین صفحہ ۲۸۷ نزول المسیح صفحہ ۹۹)

۱۔ چپکے چپکے حرام کروانا آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بے قراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط یار کی اس کو آہ و زاری ہے
دس سے کروا چکی ہے زنا لیکن پاک دامن ابھی بے چاری ہے
(آریہ دھرم صفحہ ۷۶، ۷۷ مطبوعہ قادیاں مندرجہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰)

۲۔ کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۱)

اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۶ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۲۶ میں: وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کا مصداق مرزا قادیانی کو بتایا گیا ہے بتائیے یہ کس وحی کے پاکیزہ اشعار ہیں!

زن بیگانہ پر شیدا ہیں
جسکو دیکھو وہی شکاری ہے
لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں
ان کی لالی نے کیسی عقل ماری ہے
گھر میں لائے ہیں اس کے یاروں کو
ایسی جورو کی پاسداری ہے
جورو جی پہ فدا ہیں یہ جی سے
وہ نیوگی پہ اپنے واری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں
خوب جورو کی پاسداری ہے
کیا کریں وجد کا ہے یہی حکم
ترک کرنا گناہ گاری ہے
(آریہ دھرم صفحہ ۲۶ مندرجہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰)

اگر قادیانی برا محسوس نہ کریں تو مسیح موعود کا جذب و کیف اور سرور مستی سے لبریز یہ کلام اپنے اہل خانہ جن میں ان کی نوجوان بہن بیٹیاں شامل ہوں بیٹھ کر ذرا وجد کے ساتھ پڑھا کریں۔

لعان:

قادیانی لوگ مرزا قادیانی کو حضرت رسول کریم ﷺ کا عکس ثانی کہتے ہیں۔ اخلاق رسول ﷺ بیان کرتے ہوئے حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَا سَبَّابًا۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الاخلاق رسول) رواہ البخاری۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں:۔

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ادْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً: (رواہ مسلم) (ایضا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

لم یکن رسول اللہ ﷺ فاحشاً ولا متفحشاً ولا سخاباً فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة ولکن یعفو ویصفح۔ (ترمذی)

رسول اکرم ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے اور نہ تکلف سے فحش گوئی کرتے تھے نہ بازاروں میں چلانے والے تھے برائی کا بدلہ برائی میں نہ دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے اور درگزر کرتے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الاخلاق والشمائل)۔

(۱) نیز آپ ﷺ نے ان الفاظ میں لعنت کرنے کی مذمت فرمائی ہے لاینبغی لصدیق ان یکون لعاناً۔ (مشکوٰۃ باب غیبت کا بیان)

سچ بولنے والے کو بہت لعنت کرنے والا نہ بننا چاہیے

تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے ادھر تو لعنتوں کی کلاشنکوف چل رہی ہے:۔

مرزا غلام احمد قادیانی بقول آپ کے "عکس ثانی" نے مخالفین کے لئے جو مہذب زبان استعمال کی ہے۔ اس میں سے (۱) مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ مرزا قادیانی کا یار غار تھا اسے ایک خط میں دس دفعہ لعنت لعنت لکھ کر مخاطب کیا ہے۔ (مکتوبات احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۳۱ تا ۳۲)

(۲) کتاب نور الحق کے پانچ صفحات ۱۵۸ تا ۱۶۲ مسلسل لعنت کی گردان کرتے کرتے سیاہ کر دیئے۔

(۳) حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے اپنے عظیم نانا ﷺ کے دین کی سرفرازی کیلئے مرزا قادیانی کا تقریر و تحریر ہر طرح سے دندان شکن جواب دیا۔ ۲۵ اگست

۱۹۰۰ء والے عظیم الشان انقلاب آفریں جلسہ نے تو گویا مرزا قادیانی کیلئے اخلاقی موت رد پا کر دی تھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق لکھتا ہے۔ اے گولڑہ کی سرزمین تجھ پر لعنت تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی ہے" (اعجاز احمدی صفحہ ۷۵)

کیا یہ ایک بااخلاق آدمی کی زبان ہو سکتی ہے یہ نمونے تو آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کے پیشوا کی ایسی گوہر افشانیوں کے کئی صفحات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی پسندیدہ گالی "ذریۃ البغایا" کا حوالہ تو ابھی محفوظ رکھا ہوا ہے اور مرزا قادیانی کی ہفوات کو ان کے اس شعر کے تناظر میں دیکھنا کیسا رہے گا۔

بد تر ہو ایک بد سے وہ ہے جو بد زبان ہے
جس کے دل میں یہ نجاست ہو بیت الخلا یہی ہے۔ (در ثمین اردو صفحہ ۱۷)

فحش گو:

قرآن کریم میں صفات مومنین بیان کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ (سورۃ مومنون آیت نمبر ۳)

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اور وہ جو ہر بے ہودہ امر سے منہ پھیرے ہوتے ہیں۔ (ضیاء القرآن جلد سوم)

مرزا بشیر الدین محمود نے لکھا ہے

"وہ جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں" (تفسیر صغیر صفحہ ۴۳۳)

احادیث نبوی میں فحش گوئی منافقت کی علامت ہے

نیز فرمایا: "سُبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ"۔ "مسلمان کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے" (متفق علیہ)

۔۔اذا خصم فجر۔۔۔۔۔ (متفق علیہ) جب کسی سے جھگڑ پڑے تو بے ہودہ گالیاں دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب علامات نفاق و کبیرہ گناہوں کا بیان)

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔ (ست بچن صفحہ ۲۱ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۰)

آیئے سلطان القلم کے قلم و ذہن کی ضیا پاشیوں سے لطف اٹھایئے کیونکہ بقول مرزا محمود احمد قادیانی خلیفہ!

جو سرور اور لذت حضرت مسیح موعود کے کلام کے پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے اور کسی کتاب کے پڑھنے سے نہیں ہو سکتی۔ (خطبہ میاں محمود احمد مندرجہ اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۲۸ء صفحہ ۶)

ملاحظہ فرمایئے ۲۔ خدا تعالیٰ نے اس (مولوی سعد اللہ لدھیانوی) کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔ اب موت کے دن تک تیرے گھر اولاد نہ ہو گی اور نہ سلسلہ اولاد آگے چلے گا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۲)

۳۔ اب عبدالحق (غزنوی) کو ضرور پوچھنا چاہیے کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کدھر گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا۔ اب تک اس کی عورت کے پیٹ سے ایک چوہا بھی برآمد نہ ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ ۲ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۱)

۴۔ آ انتم رجال مخنثون ایہا الجاهلون۔ اے جاہلو کیا تم کھسرے (ہیجڑے) ہو۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۰۲ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۵)

۵۔ جیسا کہ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے۔۔۔" (نیز نطفہ، اندام نہانی، لذت اور حرام کاری کی بار بار گردان کے لیے ملاحظہ ہو، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۳۳۲ تا ۳۳۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۱)

۶۔ مثلاً ایک مرد کی بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بد شکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کاروائی پر ہے بیکار اور معطل ہو جاتی ہے لیکن اگر مرد بد شکل ہو جائے تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کاروائی کی "کل" مرد کو دی گئی ہے۔ اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے" (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۲ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۵)

۷۔ جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے نزدیک تو بہت لاف و گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں" (حیات احمد جلد اول صفحہ ۲۵)

مرزا قادیانی کی ہفوات بے لگام کا گھوڑا تو ابھی دوڑے جا رہا ہے مگر اس مبارک وقت صبح میرے ضمیر نے مجھے ایسی عبارتیں نقل کرنے سے روک دیا ہے۔ اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو دوسری قسط عدد میں پیش کر سکتا ہوں۔

مرزا قادیانی کی ہفوات اور اشتعال انگیز تحریروں سے تنگ آ کر متعدد بار حکام وقت نے مرزا قادیانی کو بد زبانی اور اشتعال انگیزی سے باز رہنے کے لئے تنبیہ کی اور اس سے حلفیہ اقرار نامے حاصل کئے ایک دفعہ تو لالہ آتما رام ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گورداسپور نے مرزا قادیانی کو پانچ سو روپے جرمانہ عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید سنا دی مگر مرزا قادیانی کی بد مزاجی میں ذرا فرق نہ آیا۔

جھوٹا:

قرآن کریم میں متعدد بار جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت کا ذکر آیا ہے۔ نیز آنحضور ﷺ کی مبارک احادیث بھی جھوٹ بولنے کو ایک شنیع فعل بتاتی ہے علامات نفاق بیان کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ منافق شخص "

اذا حدث کذب" جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جراد سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا مومن سے یہ ممکن ہے زنا میں مبتلا ہو جائے؟ فرمایا "ہاں" "کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مومن جھوٹ بول سکتا ہے فرمایا نہیں پھر یہ آیت پڑھی انما یفتری الکذب الذین لایومنون بایات۔

یعنی جھوٹا افتراء وہی لوگ بولتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے" (قادیانیت کا علمی ریمانڈ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضور ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا پھر فرمایا جھوٹ بولنے سے بچو کہ جھوٹ اور فجور ساتھ ساتھ ہیں اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔ (قادیانیت کا اصلی ریمانڈ صفحہ ۱۹۷)

بقول مرزا غلام احمد قادیانی:

"جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۲۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۷۵)

ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ اس طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ (ست بچن ۳۱ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۳)

ہر کہ گوید دروغ ہست لعین (درثمین صفحہ ۸۷۔ نزول المسیح صفحہ ۹۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۷)

اب مرزا غلام احمد قادیانی کے چند اہم جھوٹ "ملاحظہ" فرمایئے:۔

۱۔ آج تک تمام محدث مورخ اور سیرت نگار اس بات پر متفق رہے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے والد ماجد آپ سرکار ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی رحلت فرما چکے تھے مگر قادیان کا نبی اپنی وحی کی روشنی میں تحریر فرما رہا ہے۔

"تاریخ کو دیکھو آنحضور ﷺ وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا تھا" (پیغام صلح صفحہ ۹۱/۲۷ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۶۵)

تمام سیرت نگار متفق ہیں کہ آنحضور ﷺ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں یعنی آپ ﷺ کی کل اولاد سات تھی مگر کاذب قادیانی کی حق گوئی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔

"تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھر گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے (چشمہ معرفت صفحہ ۲۸۶۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۹۹)

"دروغ گورا حافظہ نہ باشد"

مرزا قادیانی نے اوائل ۱۸۸۶ء میں دعویٰ کیا کہ اس کے ہاں ایک بابرکت فرزند کا تولد ہونے والا ہے (تفصیل پیش گوئیوں کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں) بے شمار بدنامیوں اور تاویلوں کے بعد جب گھر میں بیٹا پیدا ہوا (شادی شدہ جوڑے کے گھر اولاد پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں) تو اپنی پیش گوئی کے پورا ہونے کا اعلان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں (شائد مرزا قادیانی کو اپنے تولد ہونے کی خوشخبری سنائی ہو۔ زاہد) اور پھر بعد اس کے چودہ جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا (آگے عبارت قابل غور ہے، زاہد) اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر (یاد رہے صفر دوسرا مہینہ ہے۔ زاہد) اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چہار شنبہ (چہار شنبہ بدھ کو کہا جاتا ہے بھلا سوچئے تو بدھ پانچواں دن ہے بنے کا یا چوتھا۔ زاہد) اور دن کے گھنٹوں میں دوپہر کے بعد چوتھا گھنٹہ لیا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۴۱ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۷۔۲۱۸)

دیکھا آپ نے کس صفائی اور ڈھٹائی سے جھوٹ بولا جا رہا ہے ماہ صفر جو اسلامی کیلنڈر کا دوسرا مہینہ ہے اسے چوتھا مہینہ اور چہار شنبہ جو کہ پانچواں دن ہے ہفتہ کا اسے بھی چوتھا دن تحریر کر کے اندھے اعتقاد والوں کا ایمان مضبوط کیا جا رہا ہے (کچھ ردوبدل کے ساتھ یہ شعر مرزا قادیانی کی سیرت کا عملی نمونہ ہے)

دنیا میں اور بھی جھوٹے تو ہوں گے مگر
سب پہ سبقت لے گئی ڈھٹائی آپ کی

دو زبانیں:

ایسے افراد جو اپنے ایک قول پر پختہ نہ رہ سکیں، قرآن و حدیث نے ان کی پرزور مذمت کی ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

"تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ"۔ (متفق) (مشکوٰۃ شریف باب غیبت کا بیان)

قیامت کے دن تم اس آدمی کو سب انسانوں میں سے بدترین پاؤ گے جو دو رویہ ہے ایک دفعہ ایک زبان سے آتا ہے اور دوسری دفعہ دوسری زبان سے۔

مرزا قادیانی کا قول ہے

کسی عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا ہاں اگر کوئی پاگل مجنوں یا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہوتا ہے (ست بچن صفحہ ۳۰)

اب ایک جھلک تضاد بیانیوں کی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ خدا وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۰)

سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء ص ۱۱ مطبوعہ ۱۹۰۲)

۲۔ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۸۱۔۹۲۔ مطبوعہ ۱۸۹۱)

بعض احادیث میں عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر پایا جاتا ہے مگر یہ کہیں نہیں پاؤ گے کہ ان کا نزول آسمان سے ہوگا (حمامۃ البشریٰ مطبوعہ ۱۸۹۴)

۳۔ یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو (چشمہ معرفت ص ۲۰۹ مطبوعہ ۱۹۰۸)

بعض الہام مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں ہے جیسے انگریزی، سنسکرت، عبرانی وغیرہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس کا کچھ نمونہ لکھا ہے۔ نزول المسیح ص ۵۷ مطبوعہ ۱۹۰۲۔

۴۔ یہ آیت (ماکان محمد ابا احد من رجالکم ۔۔۔) بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴)۔

میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اگر میں اس سے انکار کروں گا تو میرا گناہ ہے اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۲۰۷۔۲۷۱)

۵۔ کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہو۔ اور آیۃ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضور ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں (انجام آتھم صفحہ ۲۷ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷)۔

اور میں اس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اسی نے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۳)

پیش گوئیاں:

قادیانی گروہ مرزائے قادیان کو نبی اکرم ﷺ کا دوسرا ظہور مانتے ہیں (نعوذ باللہ) مگر حقائق و واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مرزا قادیانی کو نبی اکرم ﷺ سے ہرگز ہرگز کوئی نسبت نہیں، نہ عقلانہ نہ کلانہ ایمانانہ عملانہ علاً مگر قادیانی گروہ اپنے باطل عقیدہ کا بڑی ڈھٹائی سے باربار اظہار کرتا رہتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کسی انسان کے سچا یا جھوٹا ہونے کا ایک معیار مقرر کیا ہے اب ہم خود مرزا قادیانی کے معیار کے مطابق ہی اسے پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیش گوئیوں سے بڑھ کر محک امتحان نہیں ہو سکتا (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۸۔ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱۸)۔

۲۔ اگر ثابت ہو جائے کہ میری سو ۱۰۰ پیشگوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔ (اربعین نمبر ۴)

۳۔ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیش گوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اس کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔ (کشتی نوح صفحہ ۶)۔

۴۔ یہ کیونکر ممکن ہے صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ (تریاق القلوب صفحہ ۳۳۰)

۵۔ مدعی کاذب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوتی۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے یہی توریت کی، (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۶)۔

مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کا محاسبہ کرنے سے قبل بطور نمونہ صرف چند پیش گوئیاں آنحضور ﷺ کی تحریر کی جاتی ہیں تاکہ مرزا قادیانی کی ہفوات کو ان کے تناظر میں دیکھا جا سکے۔

۱۔ اہل مکہ نے ابتدائے اسلام یعنی ۷ نبوی میں آنحضور ﷺ اور آپ کی امداد کرنے والے دیگر تمام بنو ہاشم کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا۔ اور معاہدہ تحریر کر کے خانہ کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا۔ بنو ہاشم مجبور ہو کر شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے، تین سال اسی طرح گزر گئے تیسرے سال ایک دن آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا کہ قریش کا لکھا ہوا معاہدہ دیمک نے کھا کر ختم کر دیا ہے اور صرف وہ جگہ باقی بچی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا اس کے سوا باقی سارا معاہدہ دیمک چاٹ گئی تھی۔ یہ دیکھ کر "ابوالبختری" نے اسے پھاڑ ڈالا مقاطعہ بنو ہاشم ختم ہو گیا۔ (سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی صفحہ ۶۲۔۶۳)

۲۔ قبل از وفات آپ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو طلب فرمایا اور بشارت سنائی کہ اگرچہ میں اس دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں مگر سب سے پہلے تو ہی مجھے جنت میں آکر ملے گی (صاحب مشکوٰۃ نے باب مناقب اہل بیت میں ایک کافی لمبی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ الفاظ منقول ہیں (ثم سارنی فاخبرنی انی اول اھل بیتہ اتبعہ فضحکت ... متفق علیہ)

پھر آپ ﷺ نے میرے کان میں سرگوشی فرمائی کہ تو میرے گھر والوں میں سب سے پہلے مجھے آملے گی میں خوش ہو گئی)

تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ کی یہ پیشنگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور تمام اہل بیت سے قبل آنحضور ﷺ کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہا بھی اس دنیا فانی سے سفر آخرت کو سدھار گئیں اور اپنے عظیم والد سے جا ملیں۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف باب فضائل اہل بیت میں حضرت ام فضل (زوجہ حضرت عباسؓ) سے مروی ایک حدیث ہے جس میں آنحضور ﷺ نے ام فضل کو خوشخبری سنائی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹا پیدا ہوگا تو اسے سب سے پہلے گود میں اٹھائے گی نیز اسی حدیث میں آپ ﷺ نے ام فضل سے ارشاد فرمایا" ان امتی ستقتل ابنی ھذا "کہ میری امت میرے اس فرزند کو عنقریب شہید کر دے گی، آپ ﷺ کی یہ دونوں پیش گوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں"۔ نیز

۴۔ ہجرت مدینہ کے وقت سراقہؓ بن جعشم کو (جو کہ ابھی کافر تھا) کسریٰ کے کنگن پہننے کی خبر دینا اور عہد فاروقیؓ میں سراقہؓ بن جعشم کا کسریٰ کے کنگن پہن لینا۔

۵۔ صحمہ نجاشی شاہ حبش کی وفات کی خبر دینا۔

۶۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دو گروہ اسلام کی صلح کی خبر دینا اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اس کا وقوع پذیر ہو جانا۔

۷۔ جنگ بدر کے خاتمہ پر حضرت عباسؓ (جو کہ قریش مکہ کی طرف سے لڑنے آئے تھے اور قیدی ہو گئے تھے) کو بتا دیا کہ تم اپنی بیوی ام فضل رضی اللہ عنہا کے پاس اتنا مال چھوڑ آئے ہو۔ حالانکہ حضرت عباسؓ اور حضرت ام فضلؓ کے سوا کسی تیسرے شخص کو اس کا علم نہ تھا۔

۸۔ حضرت اویس قرنی کے عشق کی خبر دینا (یہ حدیث حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے اور باب فضائل اویس قرنی مشکوٰۃ شریف میں سب سے پہلے منقول ہے) اور ان سے دعائے مغفرت کرنے کی درخواست کرنے کا حکم فرمانا۔

۹۔ غزوہ موتہ میں جو مدینہ منورہ سے ایک ماہ کی مسافت پر ملک شام میں ہو رہا تھا اس کے متعلق خبر دینا کہ حضرت زید و جعفر اور ابن رواحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اور حضرت خالدؓ بن ولید نے مسلمانوں کی کمان سنبھال لی اور فتح پائی

۱۰۔ آثار قیامت کی خبر دینا (جو وقوع پذیر ہو رہی ہیں) اللہ تعالیٰ کو مرزا قادیانی کی رسوائی کرانا منظور تھی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قرآئن و آثار سے تخمینہ لگا کر جو بھی بڑ ھانک دیتا اللہ تعالیٰ اسے بالکل الٹ کر دیتا آیئے بطور نمونہ چند پیشین گوئیوں کا حشر دیکھیں

نمبر ۱۔ تحفۃ الندوہ مرزا غلام احمد کی آخری تصنیفات میں سے ایک ہے۔ اکتوبر ۱۹۰۲ میں یہ تحریر ہوئی اس کے صفحہ آٹھ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے "میرے لیے اسی ۸۰ برس کی زندگی کی پیش گوئی ہے "(تحفۃ الندوہ صفحہ ۸ مطبوعہ ربوہ) کسی بھی شخص کی عمر معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کی تاریخ پیدائش و تاریخ وفات معلوم کرلی جائے درمیانی عرصہ اس کی عمر ہوگی ۔ اسی کلیہ سے ہم مرزا غلام احمد کی عمر نکالتے ہیں نتیجہ سامنے آجائے گا مرزا قادیانی کی تاریخ وفات تو متفقہ طور پر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ بروز منگل بوقت سوا دو بجے صبح ہے (سیرۃ المھدی مولفہ بشیر احمد قادیانی) البتہ تاریخ پیدائش میں فرق ہے (یہ بھی مرزا قادیانی کے کاذب ہونے کی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ آج سے تیرہ سو برس قبل اس دنیا میں تشریف لائے تب سے اب تک امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۱ اپریل ۵۷۱ء کو پیدا ہوئے ۔ بعض نے ۱۲ ربیع الاول کی بجائے ۹ ربیع الاول تحریر فرمایا ہے۔ یعنی اگر اختلاف ہے بھی تو صرف تین دن کا مگر قادیانیوں نے مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش میں اس طرح اختلاف کیا کہ کسی طرح بھی اسکی عمر اسی برس ثابت نہیں کر سکے۔ ملاحظہ فرمایئے :۔ مرزا قادیانی کے اپنی تاریخ پیدائش کے بارے میں مندرجہ ذیل اقوال قادیانی ماخذ سے میسر آئے ہیں ۔

۱۔ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔ ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۴۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۲ تا ۱۹۵)

بقول مرزا قادیانی

تاریخ پیدائش	متفقہ تاریخ وفات	نتیجہ عمر
۱۸۳۹	۱۹۰۸	۶۹ سال
۱۸۴۰ء	۱۹۰۸	۶۸ سال

اگر ۱۸۵۷ء میں سولہ برس ہو تو ۱۸۵۷۔ ۱۶ = ۱۸۴۱

۱۸۴۱ء	۱۹۰۸	۶۷ سال

اگر ۱۸۵۷ء میں سترہ برس ہو تو ۱۸۵۷ - ۱۷ = ۱۸۴۰ء

۱۸۴۰ء	۱۹۰۸	۶۸ سال

۲۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے

جب والد صاحب کا انتقال ہوا تو میری عمر ۳۴ یا ۳۵ برس ہوگی۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۵۹ اور روحانی خزائن جلد ۱۳) بقول مرزا قادیانی میرے والد کا انتقال ۱۸۷۴ء میں ہوا۔ (۱۰ اگست ۱۹۰۲ کو مرزا صاحب مرحوم کو وفات پائے اٹھائیس برس ہو چکے ہیں۔ (نزول مسیح صفحہ ۱۱۶)

۱۸۷۲ء میں اگر عمر ۳۲ سال ہو تو تاریخ پیدائش ۱۸۷۲-۳۲=۱۸۴۰ء

۱۸۷۲ء میں اگر عمر ۳۵ سال ہو تو تاریخ پیدائش ۱۸۷۲-۳۵=۱۸۳۹ء

نتیجتاً عمر وہی ۶۸ یا ۶۹ سال

۳۔ ۱۹۰۴ء میں مرزا قادیانی نے مولانا کرم دینؒ کے ساتھ مقدمہ بازی کے دوران عدالت میں بیان حلفی داخل کروایا اور لکھا اس وقت میری عمر ۶۵ یا ۶۶ سال ہے۔ (الحکم قادیان۔ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۲)

۱۹۰۴ء میں مرزا قادیانی کی عمر اگر ۶۵ برس ہو تو تاریخ پیدائش ۱۹۰۴-۶۵ =۱۸۳۹ء

۱۹۰۴ء میں مرزا قادیانی کی عمر اگر ۶۶ برس ہو تو تاریخ پیدائش ۱۹۰۴-۶۶ =۱۸۳۸ء

کل عمر=۱۹۰۸-۱۹۳۹=۶۹ برس

=۱۹۰۸-۱۹۳۸=۷۰ برس

۴۔ مرزا قادیانی کی تصنیف حقیقۃ الوحی ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اور ۱۹۰۷ میں طبع ہوئی۔ (مسیح موعود کے علمی خزانہ جلد دوم صفحہ ۲۸۵)

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۰ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے "میری عمر اس وقت تقریباً ۶۸ سال کی ہے"

۱۹۰۲ میں مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ سال ہو تو تاریخ پیدائش ۱۹۰۲-۶۸=۱۸۳۴ء

اور مرزا قادیانی کی عمر ۱۹۰۸-۱۹۳۴=۷۴ سال۔

۵۔ اپنے بیٹے سلطان احمد کی پیدائش کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے "جب میرا لڑکا سلطان احمد پیدا ہوا تو اس وقت ہماری عمر صرف ۱۶ برس تھی"۔

سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۱۵=ایڈیشن دوم منظور الٰہی= صفحہ ۳۳۳)

سلطان احمد کی پیدائش کب ہوئی؟

بقول مرزا بشیر احمد مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۹۷)

۱۸۵۶ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۱۶ برس ہو تو مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش ۱۸۵۶-۱۶=۱۸۴۰ء

تو عمر کیا بنی۔ ۱۹۰۸-۱۸۴۰=۶۸ برس

مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں نے ثابت کر دیا کہ اس کی عمر ۸۰ برس نہیں بلکہ صرف ۶۸، ۶۹ یا ۷۰ برس اور مرزا قادیانی اپنی تحریروں کی روشنی میں "جھوٹا" ثابت ہوا۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں شائع ہونے والی دیگر قادیانی کتب و رسائل کی روشنی میں مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش مندرجہ ذیل بنتی ہے۔

۱۔ قادیانی خلیفہ اول نور الدین کی کتاب نور الدین صفحہ ۱۴۰ تاریخ پیدائش مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء

۲۔ رسالہ تشحیذ الاذہان مارچ ۱۹۰۸=۱۸۳۹ء

۳۔ یعقوب علی عرفانی۔ کتاب حیات احمد=۱۸۳۹ء

۴۔ اخبار الحکم قادیان ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳=۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء۔

۵۔ اخبار بدر قادیان ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲=۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء۔

۶۔ اخبار بدر قادیان ۸ اگست ۱۹۰۴=۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء۔

۷۔ اخبار بدر قادیان ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶=۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰

۹۔ سیرۃ المہدی جلد ۲ (مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی) صفحہ ۱۵۰=۱۸۳۶ یا ۱۸۳۷۔

ان قادیانی تحریروں کی روشنی میں مرزا قادیانی کی عمر مندرجہ ذیل بنتی ہے۔

اگر تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء ہو تو عمر ۱۹۰۸-۱۸۳۹=۶۹ سال

اگر تاریخ پیدائش ۱۸۴۰ ہو تو عمر ۱۹۰۸-۱۸۴۰=۶۸ سال

اگر تاریخ پیدائش ۱۸۳۶ مانی جائے تو عمر ۱۹۰۸-۱۸۳۶=۷۲ سال

اور اگر تاریخ پیدائش ۱۸۳۷ تصور کی جائے تو عمر ۱۹۰۸-۱۸۳۷=۷۱ سال

یعنی کسی بھی قادیانی قول کے مطابق مرزا قادیانی اپنی الہامی عمر کو نہیں پہنچ سکا اور بقول مرزا قادیانی اگر میری سو پیشگوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلے تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں (اربعین نمبر ۴)

اب ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی جھوٹا اور کاذب شخص تھا اور کاذب شخص کی اتباع کسی طور پر بھی باعث نجات نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی وفات کی اطلاع ان الفاظ میں دی۔

"ایها الناس اسمعوا قولی فانی لا ادری واہا کم ان نجتمع فی ھذا المجلس ابداً بعد عامی ھذا" ۔(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور حج نمبر صفحہ ۳۴۷) "لوگو میری بات غور سے سنو میں نہیں دیکھتا کہ اس سال کے بعد آئندہ بھی ہم ایک مجلس میں اکٹھے مل سکیں"۔

یہ الفاظ سن کر رازدان نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور دیگر اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتا دیا کہ آئندہ حج مبارک سے قبل آنحضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے پھر ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے ۱۰ ہجری میں خطبہ حجۃ الوداع میں اپنی وفات کی خبر دی اور گیارہ ہجری کے حج سے قبل ہی ۱۲ ربیع الاول گیارہ ہجری کو اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس طرح آپ ﷺ کی پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی اس کے مقابل مرزائے قادیاں کی پیش گوئی کا انجام آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ نتیجہ خود اخذ کر لیں۔

★✪★

مُعلّمِ اعظم ﷺ کا اندازِ تکلّم و خطابت

معلمین کے لئے بہترین راہ عمل

تحریر: محمد اسلم نذیر ایم اے

۱۔ رب جلیل کی حمد و ثنا: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو معلمِ انسانیت کے فرائض سے نوازا ہے۔ محسنِ انسانیت ﷺ نے اپنی تعلیمی تحریک کا آغاز خالق کائنات کی حمد و ثنا سے کیا۔ اسلامی تعلیمات کے لئے تمہیدی اور اختتامی کلمات مقرر فرمائے۔ ان کلمات سے معلمین اور سامعین پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ان کے اندر ادب و احترام، تاثیر اور احسن جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ معلم اعظم ﷺ اپنے خطابات اور وعظ و نصیحت کا آغاز حمد و ثنا سے کیا کرتے تھے۔ مثلاً

☆ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی"

تاجدار مدینہ ﷺ نے وادی یثرب میں اپنا پہلا تاریخی جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا تو تمہیدی کلمات کچھ یوں ارشاد فرمائے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ اَسْتَعِیْنُہٗ وَ اَسْتَغْفِرُہٗ وَاَسْتَھْدِیْہِ وَاُومِنُ بِہٖ وَلَا اَکْفُرُہٗ وَاُعَادِیْ مَنْ یَّکْفُرُہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ"

"ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اسی کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں میں اللہ ہی سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اور میں اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں۔ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں اور اللہ کا انکار نہیں کرتا جو اللہ کا انکار کرے اس سے دشمنی کروں گا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں"۔

اس تاریخی خطبہ میں اختتامی کلمات کچھ یوں ارشاد فرمائے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"۔ "ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اور اس کی مدد کے بغیر کوئی قوت اور طاقت نہیں جو بہت اعلیٰ اور عظمت والا ہے"۔ (سیرت الرسول ﷺ ص ۵۹۱)

ہادی برحق ﷺ حمد و ثنا کے بڑے آسان اور دل آویز اسلوب بیان سے حاضرین سے مخاطب ہوتے اور بڑے ہی خوبصورت انداز سے بات ذہن نشین کرا دیتے تھے۔

اندازِ تکلم و خطابت: سرورِ کونین ﷺ کی ذات گرامی ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ بقول شاعر۔

کہاں ہے اس کے مقدر میں منزل رحمت
میرے نبی کا جسے نقش پا نہیں ملتا

آپ ﷺ نے اپنے طریقہ تعلیم و تربیت میں جو حکمت عملی اختیار کی بحیثیت معلم جو اس حکمت عملی کو نہیں اپناتا اس کے لئے مطلوبہ مقاصد کا حصول ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے۔ غلام مصطفےٰ مجددی فرماتے ہیں۔

جہاں میں جو بھی غلام در رسول نہیں
خدا گواہ، اسے راستہ نہیں ملتا

درس و تدریس میں محسن انسانیت ﷺ کی حکمت تدریس بڑی دلکش اور جامع ہے جس میں آپ ﷺ نے خلوص نیت، اچھے برے کی تمیز، تالیف قلب، محبت و شفقت، دل نوازی، شگفتہ لب و لہجہ، جامعیت و اختصار، نرمی و درگذر جیسے شریں اور دل آویز اسلوب بیان سے دعوت و تعلیم دی۔ اور پورے عرب معاشرے میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ یہ سب آپ ﷺ کے حسن بیان ہی کی وجہ سے ہوا تھا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ "وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا"۔ ترجمہ "اور لوگوں سے خوش اسلوبی سے بات کیا کرو"۔

ہادی دو جہاں ﷺ اس آیت مبارکہ کی عملی تفسیر تھے۔ آپ ﷺ کے انداز تکلم و خطابت میں جہاں ادبی معیار اور ادبی رنگ نمایاں تھا وہاں اس میں عام فہم سادگی بھی کمال کی تھی۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نہایت خوش اسلوبی اور سادہ طریقہ سے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ہاتھ میں عصا ہوتا تھا جس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے اکثر کھڑے ہو کر خطاب فرماتے اور اگر میدان جنگ میں بحیثیت کمانڈر انچیف (سپہ سالار) تقریر فرما ہوتی تو کمان سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ کبھی کبھی سواری پر سے بھی خطاب فرمایا ہمیشہ فی البدیہہ ارشاد فرماتے۔

سرورِ کونین ﷺ کا خطاب بڑا جامع اور مختصر ہوتا تھا۔ جب آپ ﷺ

خطبہ ارشاد فرماتے تو جسم مبارک جامد نہیں رہتا تھا بلکہ موقع محل کی مناسبت سے بعض اوقات جسم مبارک دائیں بائیں جھوم جاتا۔ ہاتھوں کو حسب ضرورت حرکت دیتے انگلیاں اٹھتیں گویا کہ آپ ﷺ کسی فوج کو جنگ کے لئے ابھار رہے ہوتے۔ سالار اعظم ﷺ نہایت سادہ و صاف اور عام فہم زبان استعمال فرماتے۔

کوئی بھی مسئلہ ہوتا اس انداز سے بیان فرماتے کہ ان پڑھ اور معمولی صلاحیت کے لوگ بھی بخوبی سمجھ لیتے۔

معلم اعظم ﷺ کی آواز نہ بلند ہوتی نہ ہی بہت پست حسب ضرورت معنی اور مفہوم کلام کے تقاضوں کے پیش نظر بلند آواز سے بولتے کہ مخاطب سن سکیں۔ ابتداء سے لے کر انتہا تک منہ بھر کر بولتے تھے (یہ نہیں ہوتا کہ آدھی بات منہ کے اندر ہی رہ گئی)۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام شریف میں آہستگی اور ٹھہراؤ تھا۔ (ابو داؤد) (مشکوۃ المصابیح ص ۸۱ جلد پنجم)

آپ ﷺ جب کلام فرماتے تھے تو جملوں کے آخری الفاظ اور الفاظ کے آخری حروف تک واضح سنائی دیتے تھے۔ آواز میں توازن اور دوران گفتگو ہلکا سا تبسم آپ ﷺ کے لبوں پر رہتا تھا۔ گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا تاکید اور تفہیم کے لئے سوالیہ انداز اختیار کرتے مجاہدین سے خطاب کر رہے ہوتے تو محسن انسانیت ﷺ کی آنکھیں کبھی کبھی جوش بیان میں سرخ ہو جاتی تھیں۔ حبیب خدا ﷺ ہمیشہ مخاطب کی ذہنی استعداد کا خیال رکھتے تھے۔ اہل مجلس کے چہروں کی اکتاہٹ کا اثر معلوم ہوتا تو موضوع کو بدل دیتے اور مجلس میں شریک ہر فرد پر انفرادی توجہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ حاضرین و متعلمین کی نفسی کیفیات کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے۔ "ہم گروہ انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان کی درست جگہوں اور منازل میں اتاریں اور ان کی عقلی حیثیت کے مطابق بات چیت کریں"۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ تمہاری جلدی کی طرح بات جلدی نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ باتیں یوں کرتے تھے کہ اگر گننے والا گننا چاہتا تو گن لیتا۔ (مسلم بخاری) (شرح مشکوۃ المصابیح جلد ہشتم ص ۴۷)

مزید فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ایسا کلام شریف فرماتے تھے جس کے درمیان فاصلہ ہوتا تھا جو آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھتا وہ حفظ کر لیتا تھا۔ (ترمذی) (مشکوۃ المصابیح ص ۸۲)

رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ سے ہمیں بے شمار راہنما اصول ملتے ہیں جو موجودہ تعلیمی نظام میں موثر تدریس کے لئے بہت ضروری ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اے نبی ﷺ نرمی اور درگذر کا طریقہ اختیار کرو معروف کی تلقین کرتے رہو اور جاہلوں سے نہ الجھو"۔ (سورۃ الاعراف ۱۹۹)

محسن انسانیت ﷺ کی حکمت تعلیم کا مرکزی نصاب قرآن تھا۔ جو ظاہر و باطن کے علوم کا خزانہ اور بنی نوع انسان کے لئے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ "درحقیقت یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے"۔ (بنی اسرائیل : ۹)

رسول اکرم ﷺ قرآن کا مل عملی تفسیر تھے اس لئے ضروری ہے کہ ہادی دو عالم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں نظام تعلیم تشکیل دیا جائے تاکہ موجودہ بگڑتے ہوئے حالات پر قابو پایا جا سکے۔ شاعر اسلام جناب محمد حسین آسی صاحب فرماتے ہیں۔

ہم برے ہیں مگر یہ تسلی بھی ہے
اچھا کر دے گا اچھا ہمارا نبی ﷺ

کیوں نہیں! آپ محسن انسانیت اور رحمۃ اللعالمین ﷺ جو ٹھہرے! جس کی گواہی خود خدا دے رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" ترجمہ: "اے حبیب ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا" (سورۃ الانبیاء ۲۱ : ۱۰۷)

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں۔

پست و بلند کے لئے عام ہیں تیری رحمتیں
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوٰۃ

★○★

رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی چیز ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں۔ فرمایا نمک، آگ اور پانی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پانی کو تو ہم سمجھ گئے۔ مگر نمک اور آگ کا یہ حکم کیوں ہے۔ فرمایا اے حمیرا! جس نے کسی کو آگ دی اس نے گویا اس آگ سے پکا ہوا سارا کھانا خیرات کیا۔ اور جس نے کسی کو نمک دیا اس نے گویا سارا وہ کھانا خیرات کیا جسے اس نمک نے لذیذ بنایا اور جس نے کسی مسلمان کو ایک گھونٹ پانی وہاں پلایا جہاں پانی عام ملتا ہو اس نے گویا غلام آزاد کیا۔ اور جس نے مسلمان کو وہاں ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو، اس نے گویا اسے زندگی بخشی۔ (ابن ماجہ۔ مشکوۃ)

مراسلہ (محمد بلال مجددی)

★○★

عالم اسلام

مسائل اور حل

خطاب: صدر محمد رفیق تارڑ صاحب

صدر پاکستان محمد رفیق تارڑ نے اس بات پر دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ انہیں بدترین قسم کی سفاکی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے مسلمانان عالم کو باہمی اتحاد، اخوت اور بھائی چارے کی روایات کو مضبوط بنانا ہوگا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گذشتہ روز ایوان اقبال میں تین روزہ اسلامی کانفرنس میں اپنے صدارتی کلمات ادا کرتے ہوئے کیا۔ اس کانفرنس کا اہتمام فلاح فاؤنڈیشن نے کیا تھا۔ کانفرنس کے افتتاحی سیشن میں سعودی عرب کے وزیر انصاف شیخ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم آل شیخ نے خصوصی خطاب کیا۔ جب کہ فاؤنڈیشن کے چیئرمین اور لاہور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس خلیل الرحمان خان نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ فلاح فاؤنڈیشن کے وائس چیئرمین اور پنجاب کے سابق گورنر شاہد حامد نے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ صدر نے اپنی تقریر میں کہا آج جب ہم عالم اسلام پر نگاہ ڈالتے اور مختلف شعبہ ہائے حیات میں اپنی کارکردگی کا موازنہ مادی طور پر ترقی یافتہ اور خوشحال دنیا سے کرتے ہیں تو ایک حوصلہ شکن تصویر سامنے آتی ہے اس تصویر کا سب سے اذیت ناک پہلو یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ انہیں بدترین قسم کی سفاکی اور بربریت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی سات لاکھ فوج حق خودارادیت کا مطالبہ کرنیوالے عوام کو نشانہ ستم بنا رہی ہے۔ اب تک 70 ستر ہزار سے زائد کشمیری قتل کئے جا چکے ہیں۔ نوجوانوں کی ایک پوری نسل ختم کر دی گئی ہے۔ بستیاں قبرستانوں میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں کاغذ کے ناکارہ پرزے قرار دی جا رہی ہیں۔ ظلم کی سیاہ رات ہے کہ ڈھلنے میں نہیں آ رہی اور اکیسویں صدی کا سورج بے بسی سے انسانیت سوز مظالم کا یہ دلدوز منظر دیکھ رہا ہے۔ فلسطین کے عوام آزاد فلسطینی ریاست کے مبنی بر حق مطالبے کے لئے آواز بلند کر رہے ہیں۔ اور انبیاء کی سرزمین کے کوچہ و بازار نوجوانوں کے لہو سے رنگین ہو رہے ہیں۔ اسرائیل انسانی تاریخ کے شرمناک مظالم کا ارتکاب کر رہا ہے اور نہتے فلسطینیوں کی بستیوں پر آتش و آہن کی بارش ہو رہی ہے۔ کوسووو کے مسلمانوں کی حالت زار اور بوسینا کے عوام پر ٹوٹنے والی قیامت کے زخم بھرنے میں نہیں آ رہے۔ افغانستان اپنی آزادی و خود مختاری کا تاریخ ساز معرکہ لڑنے اور سرخرو ہونے کے باوجود ابھی تک استحکام اور ترقی و خوشحالی کی نوید جانفزا سے محروم ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عملدرآمد کے سلسلے میں امتیازی رویئے نے اس عالمی ادارے کے ساتھ وابستہ توقعات مجروح کی ہیں۔ مہذب دنیا خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی ہے کہ مشرقی تیمور کے بارے میں اقوام متحدہ کی قرارداد کو فوری طور پر عملی جامہ پہنا دیا جاتا ہے لیکن فلسطین اور کشمیر کے بارے میں اسی ادارے کی قراردادیں نصف صدی سے معرض التواء میں پڑی ہیں اقوام متحدہ کی اس امتیازی روش سے عالمی ضمیر کے اندر بھی کوئی خلش پیدا نہیں ہو رہی اور صورتحال کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان مسائل اور مصائب کے بارے میں امت مسلمہ بھی پوری طرح ہم آواز اور ہم قدم نہیں۔

انہوں نے کہا کہ جب ہم دنیا کے موجودہ معاشی، سیاسی، سماجی، ثقافتی اور تہذیبی منظر نامہ پر نظر ڈالتے اور پھر پیچھے مڑ کر اپنے ماضی کی تاریخ میں جھانکتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اسلوب حیات میں غیر معمولی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ ایسے تغیرات مسلسل رونما ہو رہے ہیں جن کا اس سے قبل تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ابلاغ عامہ اور ترسیل معلومات کے ایسے ایسے ذرائع اور وسائل ایجاد ہو رہے ہیں جن سے ہماری گذشتہ نسلوں کو سابقہ پیش نہیں آیا۔ ابلاغ عامہ کے اس انقلاب اور اطلاعات کے پھیلاؤ کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج روئے زمین کا کوئی بھی خطہ تہذیب و ثقافت، عقائد و نظریات اور اخلاق و اقدار کو ان ہمہ گیر تبدیلیوں کے اثرات سے بچا کر نہیں رکھ سکتا۔ مغرب کی اس منہ زور یلغار کے سامنے بند باندھنے کی کوئی حکمت عملی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہم خود اس تکنیکی مہارت سے آراستہ ہو کر اپنی تہذیب و ثقافت کے توانا پہلوؤں کو دنیا کے سامنے نہیں لاتے۔ محض وعظ و تلقین یا غیر حقیقت پسندانہ دفاعی حربوں

کے ذریعے اس یلغار کو روکنا ممکن نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن و سنت کی تعلیمات، اسلام کے انسانیت نواز پیغام اور اپنی روشن تہذیبی اقدار کو پوری قوت اور خود اعتمادی کے ساتھ دنیا پر واضح کریں۔ انہوں نے کہا کہ صنعت و حرفت اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں بلاشبہ بعض اسلامی ممالک نے قابل ذکر پیشرفت کی ہے۔ خود پاکستان نے بے سروسامانی اور شدید دباؤ کے باوجود اپنے دفاعی ایٹمی پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت کے طور پر سامنے آیا۔ ہمارے بعض دیگر اور اسلامی ممالک نے تیز رفتار صنعتی اور معاشی ترقی کی اچھی مثالیں قائم کی ہیں لیکن ان مثبت اور حوصلہ افزاء پہلوؤں کے باوجود عالم اسلام اجتماعی طور پر سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں مغربی اقوام کے برابر نہیں آسکا۔ صدر نے کہا کہ آج انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلے ہوئے اسلامی ممالک کی آبادی دنیا کی مجموعی آبادی کا تقریباً 20 فیصد کے لگ بھگ ہے۔ لیکن اس آبادی کا تقریباً 40 فیصد حصہ ناخواندہ ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبوں میں 56 اسلامی ممالک کی مجموعی افرادی قوت صرف 80 لاکھ کے لگ بھگ ہے جو اس شعبے میں مصروف کار عالمی آبادی کا صرف تقریباً 4 فیصد ہے۔ تحقیق اور ترقی یعنی ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے میدان میں ان اسلامی ممالک کا حصہ عالمی افرادی قوت کے ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ ساری اسلامی دنیا میں یونیورسٹیوں کی تعداد تقریباً 350 ہے۔ جن میں مجموعی طور پر سالانہ صرف ایک ہزار پی ایچ ڈی فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ ان ممالک میں یونیورسٹی کی سطح پر سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کرنیوالے طلباء و طالبات کی تعداد صرف 20 فیصد ہے۔ لوردو اور ان محترم! یہ وہ ممالک ہیں جن کی افرادی قوت سوا ارب انسانوں کے لگ بھگ ہے جن کی آزاد مملکتیں تقریباً تین کروڑ مربع کلومیٹر پر محیط ہیں جو تیل کے مجموعی ذخائر کے تین چوتھائی حصے کے مالک ہیں جن کے پاس لامحدود معدنی دولت ہے۔ جو بے پناہ زرعی استعداد کے حامل ہیں اور جہاں کے لوگ جفاکش، ہمت شعار اور بے مثال ذہنی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ کیا یہ لمحہ فکریہ نہیں کہ ان تمام اسلامی ممالک کی سالانہ مجموعی قومی پیداوار صرف 12 ہزار بلین ڈالر ہے۔ رقبے اور آبادی کے لحاظ سے کہیں چھوٹے ممالک فرانس، جرمنی، اور جاپان کی مجموعی قومی پیداوار بالترتیب 1500 بلین، 2400 بلین اور 5500 بلین امریکی ڈالر ہے۔ یعنی مجموعی طور پر صرف ان تین ممالک کی مجموعی قومی پیداوار 94000 بلین ڈالر بنتی ہے۔ دنیا کی مجموعی برآمدات میں ہمارا حصہ ساڑھے سات فیصد اور مجموعی عالمی معیشت میں ہمارا حصہ پانچ فیصد سے بھی کم ہے۔ ہم پر تقریباً 700 بلین ڈالر کا قرضہ ہے جو دنیا کے مجموعی قرضوں کا 26 فیصد ہے۔ ایک اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے ذہین اور اعلیٰ پیشہ وارانہ صلاحیتوں کے مالک نوجوان حالات کار کی ناموزونیت اور محدود امکانات کے باعث ترک وطن کر جاتے ہیں۔ پاکستان، مصر، ایران، شام، بنگلہ دیش، ترکی، الجزائر، لبنان، اور اردن اس سنگین مسئلے سے دوچار ہیں۔ صرف پاکستان سے میڈیکل کے شعبے سے وابستہ 60 فیصد گریجوایٹس وطن چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے اور اگر ہم نے اس پر توجہ نہ دی تو حالات کی سنگینی میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور آنے والا منظر زیادہ دلکش نہیں ہوگا۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہم علم و حکمت کے تمام شعبوں بالخصوص سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ و ارتقاء کے لئے ہنگامی کوششیں کریں اور اس مقصد کے لئے پورا عالم اسلام ایک بھرپور تحریک کا آغاز کرے۔ ہمیں یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سیاسی آزادی و خود مختاری کے لئے اقتصادی استحکام بنیادی شرط ہے اور اقتصادی استحکام کے لئے لازمی ہے کہ ہم صنعت و حرفت، سائنس اور ٹیکنالوجی میں دنیا کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے کا عزم کریں۔ اپنے وسائل مجتمع کر کے ایسے ادارے قائم کریں جو جدید ترین سہولتوں سے آراستہ اور امت مسلمہ کی نوجوان افرادی قوت کے لئے کافی ہوں۔

حاضرین کرام! اپنے مسائل کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں اس پہلو کا پوری شرح وبسط کے ساتھ جائزہ لینا چاہیے کہ امت مسلمہ کے درمیان اتحاد و اتفاق اور اخوت و یگانگت کی وہ مثالی فضائیں کیوں قائم نہیں ہو سکیں جو توحید و رسالت ﷺ پر ایمان رکھنے کا منطقی تقاضا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ پہلو قابل غور ہے کہ فکری، نظریاتی اور تہذیبی ہم آہنگی کے باوجود ہم سیاسی اور اقتصادی تعاون کے بے پناہ امکانات کو عملی جامہ پہنانے سے کیوں قاصر ہیں؟ امت کے اجتماعی وسائل، امت کو درپیش مسائل کا مداوا کیوں نہیں کر پا رہے؟ کیا یہ امر قابل افسوس نہیں کہ اسلامی ممالک کی مجموعی تجارت کا صرف 10 فیصد حصہ باہمی تجارت پر مشتمل ہے؟ سامعین کرام! کیا ہمارا سرمایہ، ہماری توانائیاں اور ہماری صلاحیتیں پوری طرح امت مسلمہ کی فلاح و بہبود اور ترقی و خوشحالی کے کام آرہی ہیں؟ صورتحال کی سنگینی اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بعض اسلامی ممالک کے درمیان کشیدگی اور تنازعات کی فضا موجود ہے اس کانفرنس کے زعماء کو چاہیے کہ وہ عالم اسلام کے مابین مضبوط فکری و روحانی رشتوں کی استواری کے ساتھ ساتھ مادی ترقی و خوشحالی اور سیاسی و اقتصادی تعاون کے لئے رہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہر لمحہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا" یہ امر محتاج وضاحت نہیں کہ آج جو قومیں اپنی جغرافیائی حدوں سے نکل کر دوسرے ممالک کے سیاسی، نظریاتی اور تہذیبی تشخص پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ ان کا سب سے موثر ہتھیار "اکانومی" ہے بدقسمتی سے دنیا کا اقتصادی نظام ایسے استحصالی تصورات پر مبنی ہے جو اسلامی تعلیمات سے کسی طور پر ہم آہنگ نہیں۔ ایک جامع اور ہمہ پہلو اسلامی نظام معیشت کی تشکیل اور عمل پذیری نہایت ضروری ہے جو سود کی لعنت سے پاک اور

جدید دور کے اقتصادی تقاضوں کے مطابق ہو۔ اسلامی ترقیاتی بینک کی خدمات قابل قدر ہیں لیکن اسلامی ممالک کو عالمی مالیاتی اداروں کی استحصالی گرفت سے نکالنے کے لئے مزید موثر اقدامات کی ضرورت ہے یہ ہمارے معاشی ماہرین کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے اور اس چیلنج کا جواب لانے میں جتنی تاخیر ہوگی، اسی قدر ہماری الجھنیں بڑھتی چلی جائیں گی۔ یورپ مشترکہ مالی مفادات کے لئے ایک کرنسی کا نظام رائج کر چکا ہے، ہمیں ایک اسلامی اقتصادی نظام تک پہنچنے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کام کرنا چاہیے۔ صدر نے مزید کہا کہ امت کو درپیش مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے ہمیں یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دنیوی اور اخروی فلاح کا حقیقی راز قرآن وسنت کی تعلیمات کو انفرادی واجتماعی زندگی کا حصہ بنانے میں ہے۔ اسلام عقائد وعبادات کی حدوں سے آگے نکل کر حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا اور ایک مربوط نظام فکر وعمل کی واضح بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ علمائے کرام اور صاحبان فکر ودانش کو اسلامی نظام سیاست وحکومت کے واضح خدوخال کا ایسا قابل عمل نقشہ مرتب کرنا چاہیے جو قرآن وسنت کے رہنماء اصولوں سے مکمل مطابقت رکھتا ہو اور جو عہد حاضر کی فکر کو بھی اپیل کرے۔ اسلام دانش وتدبر اور حکمت وفراست کا درس دیتا ہے۔ ہمیں دنیا کو یہ باور کرانا چاہیے کہ اسلام امن، سلامتی، دوستی، مفاہمت اور بھائی چارے پر یقین رکھنے والا مذہب ہے جو انسانی حقوق کی پاسداری کو دینی اقدار کا جزو خیال کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے دلوں میں ایمان ویقین کی اس قوت کو بھی بیدار رکھنا ہوگا جو ہر عہد میں مسلمانوں کا اعزاز وامتیاز رہی ہے۔ اپنے سینے میں توحید کی امانت رکھنے والا کوئی شخص کسی بھی مادی قوت کے جاہ وجلال سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ انشاء اللہ یہ ناسازگار موسم جلد ختم ہو جائیں گے۔ اور ہمارے بال وپر ایک بار پھر اسی قوت پرواز سے آشنا ہوں گے۔ جس نے صحرائے عرب کے حدی خوانوں کو دنیا کا رہنما بنا دیا تھا۔ ہمارے دلوں میں آرزو کے چراغ ہمیشہ روشن رہیں گے اور انشاء اللہ وہ دن جلد آئے گا۔

◇★◇★◇

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں قیامت کے دن تین آدمیوں کا مدمقابل ہوں گا۔ ایک وہ شخص جو میرے نام پر وعدہ کرے پھر عہد شکنی کرے، دوسرا وہ شخص جو آزاد کو بیچے پھر اس کی قیمت کھائے تیسرا وہ شخص جو مزدور سے پورا کام لے اور اس کی مزدوری نہ دے۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

(مراسلہ محمد بلال مجددی)

آرزو

غلام مصطفیٰ مجددی الٰہی

میرے جان دل میں حسرت مچل رہی ہے
میں ہوں، راہ وفا ہو، الفت کا قافلہ ہو
جوش جنوں سے دامن ہو تار تار میرا
پلکوں کا موتیوں سے ساحل سجا ہوا ہو
خاک عرب کے ذرے چشمان تر پہ رکھوں
شاید کسی پہ ان کا نقش قدم پڑا ہو
دیکھوں دیار حق کے وہ دلنشیں نظارے
جس کی بہار نو پر فردوس بھی فدا ہو
فرط ادب سے نظریں ہر دم جھکی جھکی ہوں
صلی علی کا نغمہ لب پہ کھلا کھلا ہو
آتے ہوں رحمتوں کے بادل امڈ امڈ کر
جاں شاد ہو رہی ہو دل صاف ہو رہا ہو
گنبد کے زیر سایہ بیٹھا ہوا کبوتر
میں اس کو دیکھتا ہوں وہ مجھ کو دیکھتا ہو
جس وقت ہو نظر میں دلکش سنہری جالی
کون ومکاں کی دولت اس وقت پہ فدا ہو
سرکار کی گلی کے سگ بھی عظیم دیکھے
اے کاش نام ان میں میرا لکھا گیا ہو
قریہ بہ قریہ جاؤں کوچہ بہ کوچہ گھوموں
دنیا کے رنج وغم کا نام ونشاں مٹا ہو
اللہ رہگزار الفت پہ چلتے چلتے
گرنے لگوں تو ان کی رحمت کا آسرا ہو
دنیا کی سطوتوں سے کیا کام اہل دل کا
سرکار کی غلامی مل جائے تو بھلا ہو
ان کا غلام بن کر میں زندگی گزاروں
دل میں یہ آرزو ہو، لب پہ یہی دعا ہو

☆☆☆

اکیسویں صدی اور یہ منظر

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

انسان غاروں اور جنگلوں سے ہوتا ہوا آج سر بفلک بنگلوں میں مقیم ہے اور جہالت اور جاہلیت کی کئی منزلیں طے کرنے کے بعد آج انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا کے چاروں کونوں کی معلومات چند لمحوں میں حاصل کرنے کے مقام پر پہنچ چکا ہے انسان صدیوں تک باقاعدہ جسمانی طور پر غلام رہا اور ڈھور ڈنگروں کی طرح اس کو خرید اور ہانکا جاتا تھا اور گایوں بھینسوں کے باڑوں کی طرح یہ بھی ایسے ہی باڑوں میں رہتا تھا۔ پھر ایک لمبے سفر کے بعد انسان اپنے بنیادی حقوق سے آشنا ہوا غلامی کے خلاف قانون منظور ہوا رنگ و نسل کا امتیاز نا قابل قبول ٹھہرا اور شرف انسانی کے حوالے سے دنیا میں ایک غلغلہ بلند ہوا اور آج دنیا اکیسویں صدی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہے اور اس صدی کے بارے میں یہ توقع کی جا رہی ہے کہ گذشتہ بیس صدیوں میں انسانی فکر اور ذہن اور اس کی قوتِ کار نے جتنی ترقی کی ہے اس کے برابر یا اس سے زیادہ اس ایک صدی میں پیش رفت ہوگی اس لئے کہ ترقی کے لئے اس وقت جو فکری ماحول بنیادی ڈھانچہ اور معلومات کا ذخیرہ دستیاب ہے وہ اس سے پہلے نہیں تھا اور یہ توقع بہت حد تک جا ہے کہ اب انسانی سفر Nu-1 mera انداز میں نہیں بلکہ Multiple طریقے پر ہوگا یعنی قدم بقدم نہیں بلکہ جست لگا کر لیکن یہ ذہنی تانا بانا حسابی کتابی زاویہ اور نیک توقعات کا ہالہ اپنی جگہ درست ہونے کے باوجود اس کا کیا کیا جائے کہ اکیسویں صدی کے پہلے سال کے ماہ ستمبر میں بھارت کے اندر ایک سکول کے پرنسپل نے اڑتیس اچھوت بچوں کو صرف اس لیے

> ہندوستان میں جب اسلامی مبلغ صوفیاء اور علما ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے تو مساوات انسانی کے نظریے کو بنیاد بناتے تھے کیوں کہ اسلام میں ذات پات اور رنگ و نسل کی کوئی تمیز نہیں مثلاً کوئی شودر مسلمان ہو گیا تو وہ کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی اسلامی برادری کا رکن بن جاتا تھا خواہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ نسل کیا ہو؟ اور علاقہ کون سا ہو؟ وہ مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے"(پروفیسر آرنلڈ)

سکول سے خارج کر دیا کہ وہ اونچی ذات کے ہندو بچوں کے برتنوں میں پانی پینے کا حق مانگ رہے تھے یعنی آج بھی انسان اولاد آدم نہیں جو مٹی سے بنائے گئے تھے بلکہ انسان کئی طرح کا ہے سونے کا ڈھلا ہوا، چاندی کا بنا ہوا کانچ کا پیکر اور مٹی کا ڈھانچہ اکیسویں صدی کی چکا چوند میں یہ اندھیرا!؟ شرفِ انسانی کی یہ توہین؟ اور رنگ و نسل اور ذات پات کا یہ امتیاز؟ یہ باتیں کتابوں میں تو پڑھنے کو ملتی ہیں مگر جیتی جاگتی دنیا میں اور آج کی فضا میں یہ تفریق و تقسیم انسانیت کے ماتھے پر انتہائی بدنما داغ ہے اور یہ واقعہ اس ملک کا ہے جو خود کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ قرار دیتا اور مغرب اسی بنا پر اس کی پوجا کرتا ہے دراصل بھارت کا یہ نیا مسئلہ نہیں بہت دیرینہ روگ ہے جس سے وہ آج تک چھٹکارا نہیں پا سکا کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ بھارت کے ایک شہر میں ایک اچھوت کو محض اس بنا پر ذبح کر دیا گیا تھا کہ وہ مزدور یا مسافر تھا اور سستانے کے لئے وہ برہموں کے مندر کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گیا تھا بس اس کا یہ جرم برہموں کے لئے اس کے خون حلال ہونے کا جواز بن گیا اس واقعہ کی بازگشت بھی دنیا کے ذرائع ابلاغ پر سنی گئی ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں انسانوں کے درمیان تفریق و تقسیم کو جائز بلکہ مقدس قرار دیا گیا ان کتابوں کے مطابق برہمن دیوتا کے سر سے پیدا ہوئے ہیں کھشتری (تجارت پیشہ) اس کے دھڑ، ویش (کاشتکار) ٹانگوں اور شودر دیوتا کے پاؤں سے نکلے ہیں اور اس سے ان کے مراتب و مدارج کا تعین ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ شودر بیچارے نہ وید مقدس کو چھو سکتے ہیں اور نہ برہمن کی آواز سن سکتے ہیں ورنہ ان کا ہاتھ قلم اور ان

کے کانوں میں سیسہ انڈیل دیا جائے گا برہمنوں اور شودروں کی بستیاں الگ، سواریاں الگ، مجلسیں الگ، برتن الگ اور ہر چیز الگ۔ اس لئے کہ ہر وقت بھرشٹ ہونے کا دھڑکا لگا رہتا ہے یہ تصور اور یہ طرزِ عمل کس قدر غیر انسانی اور بیہمانہ ہے جو اکیسویں صدی میں بھی بہت سی جگہوں بہت سے انسانوں اور بہت سے مواقع پر نظر آتا ہے علامہ اقبالؒ کے استاد گرامی پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب The preaching of Islam میں اسلام کی اشاعت و توسیع کا سب سے بڑا سبب ہندوؤں کے ذات پات کے نظام کو گردانا ہے کہ ہندوستان میں جب اسلامی مبلغ صوفیا اور علما ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے تو مساوات انسانی کے نظریے کو بنیاد بناتے تھے کیوں کہ اسلام میں ذات پات اور رنگ و نسل کی کوئی تمیز نہیں مثلاً کوئی شودر مسلمان ہو گیا تو وہ کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی اسلامی برادری کا رکن بن جاتا تھا خواہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ نسل کیا ہو؟ اور علاقہ کون سا ہو؟ وہ مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے' قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے' بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے اب اس کے وجود سے کسی چیز کے بھرشٹ ہونے کا کوئی خطرہ نہیں' بد قسمتی سے یہ ذات پات کی تفریق کے جراثیم مسلمان سوسائٹی میں بھی ملتے ہیں لیکن اس قدر خوفناک نہیں اور ان جراثیم کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ہر طرح کی "نخوت جاہلیہ" کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا تھا' بلال حبشیؓ مسجد نبوی کے مؤذن تھے' سلمان الفارسیؓ حضور ﷺ کے اہل بیت میں شامل کئے گئے صہیب رومیؓ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد قائم مقام امام مسجد نبوی اور امیر المومنین تھے' یہ سارے لوگ قبول اسلام سے پہلے غلام تھے مگر کلمہ توحید پڑھنے کے بعد آقائی و غلامی کے ہر بندھن سے آزاد ہو گئے مسجد نبوی کا کچا دالان صحیح معنوں میں "اقوام متحدہ" کا منظر پیش کرتا تھا جہاں ایک وقت میں اور ایک ساتھ ہر نسل' ہر رنگ' ہر زبان اور ہر علاقے کے لوگ گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے اور ان سب پر اللہ کا رنگ (صبغۃ اللہ) غالب ہوتا تھا نہ کوئی عربی اور نہ عجمی نہ رومی اور نہ حبشی' نہ کوئی غلام اور نہ کوئی آقا' نہ اغنیاء نہ غرباء' سب اللہ کے بندے ہوتے تھے

حیرت ہوتی ہے کہ جمہوریتوں کے دور میں وہ مساوات اور کمپیوٹروں کے عہد میں یہ تفریق ذات پات' اس سے بڑھ کر مذہبی' قومی' سیاسی یا قانونی نہیں بلکہ انسانی جرم اور کیا ہو سکتا ہے؟ آزادی و مساوات' بنیادی حقوق اور شرف انسانی کا راگ الاپنے والے بین الاقوامی اداروں کو اپنی تمام توجہات اس پر صرف کر دینی چاہئیں تاکہ اکیسویں صدی کے روشن چہرے پر بیسویں صدی کا وہ داغ نظر نہ آئے جو پورے انسانی پیش منظر کو دھندلا اور گہنا سکتا ہے۔

★O★

دریچے کھل گئے

(اعجاز حسین)

آج جنت کے دریچے کھل گئے
گویا قسمت کے دریچے کھل گئے
فی الحقیقت ماہِ رمضاں آ گیا
اب حقیقت کے دریچے کھل گئے
دورِ زحمت ہو گیا دنیا سے دور
اور رحمت کے دریچے کھل گئے
نفرتوں کے ہو گئے دروازے بند
اور محبت کے دریچے کھل گئے
پھر سے خوشبو دار ہے سارا جہاں
پھر سے نکہت کے دریچے کھل گئے
رہ گئیں شیطان کی آنکھیں کھلیں
ساتھ حیرت کے دریچے کھل گئے
عبدیت کے یہاں آئی بہار
آدمیت کے دریچے کھل گئے
ہر کسی کا قلب ہے تسکین میں
جیسے راحت کے دریچے کھل گئے
ذرہ ذرہ ہے صداقت کا امیں
کس کی قدرت کے دریچے کھل گئے
چھا گئی ہر سو فضائے اتحاد
حسنِ فطرت کے دریچے کھل گئے
ہر کسی پہ فضلِ حق ہونے لگا
یوں عنایت کے دریچے کھل گئے
ہو گیا اعجاز تو جو شیخ کا
تجھ پہ رحمت کے دریچے کھل گئے

اہلِ حدیث عالم کا احتجاج

نام نہاد الدعوۃ والارشاد کے مرکز طیبہ کی دہشت گردی کیا گل کھلا رہی ہے۔

ماہنامہ 'صراط مستقیم' سے قاری عبدالحفیظ کے انٹرویو کا اقتباس

"**سوال** (قاری عبدالحفیظ صاحب):

آپ عوامی اجتماعات میں سخت اور نامناسب الفاظ میں ضیاء الحفیظ شہید کے قتل کا ذمہ دار مرکز "الدعوۃ والارشاد" اور اس کی قیادت کو ٹھہراتے رہے ہیں آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟

جواب: میں پوری ذمہ داری اور اعتماد کے ساتھ جواب دے رہا ہوں۔ آپ اگر شائع کر دیں گے تو میں سمجھوں گا کہ آپ میرے دکھ میں شریک ہیں (اور میں آپ کے اس دعوے پر یقین بھی کروں گا۔ کہ آپ اہلِ حدیث کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو بے نقاب کریں گے)۔

سوال: قاری صاحب جواب دیں ہماری کوشش ہو گی کہ ہم من و عن شائع کریں۔

جواب: اصل واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ اگست ۱۹۹۱ء کو ان لوگوں نے میرے بیٹے ضیاء الحفیظ کو قتل کیا۔ جس جگہ ان لوگوں نے اپنا معسکر بنایا ہے اور جہاں یہ لوگ رہ رہے ہیں وہاں کسی مخالف سے دوبدو جھڑپ کا کوئی خدشہ نہیں۔ دھوکہ ہے دھوکہ، عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔ کاروباری مقاصد کیلئے کی جانے والی کوشش کو جہاد کا نام دیا جا رہا ہے۔ ناول نگاری اور افسانہ نگاری کی طرز پر جھوٹی نیبل اسٹوریاں اپنے رسالے میں شائع کرتے ہیں۔ قطعاً کوئی دشمن کی گولی لگ کر شہید نہیں ہوتا یہ دھوکہ دیتے ہیں۔ عطاء اللہ نامی لڑکے کو دریا میں اٹھا کر لے گئے اور اسے بیچ منجدھار میں لے جا کر چھوڑ دیا اور لکھ دیا کہ تقریباً شہید ہوا۔☆ مولانا عبدالرشید راشد کے بیٹے عبدالروف جانباز کو اس طرح مارا کہ وہ کتاب پڑھتے ہوئے جا رہا تھا ان کی اپنی ایک چھوٹی سی توپ ہے۔ اس میں سے چھوٹا سا گولہ نکلتا ہے۔ اس کے لگتے ہی وہ دریا میں گر جاتا ہے۔ اس طرح مولانا عبدالرفیق سلفی کے بیٹے اور دیگر بچوں کو یہ مارتے رہے ہیں۔

سوال: اگر آپ کی بات صحیح بھی مان لیں تو ان بچوں کے قتل سے ان کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔

جواب: یہ وسائل گاڑیاں ایئر کنڈیشن دفاتر دولت یہ سب انہی شہداء کے قتل کی قیمت ہی تو ہے۔ جو انہوں نے عربوں اور پاکستان کے سادہ لوح اہل حدیثوں سے وصول کی ہے۔ یہی فائدہ ہے بچوں کے قتل کا مسقط، بحرین، کویت، اور دیگر بیرون ممالک ان کے بینک بیلنس موجود ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ احمد مسعود نامی انہی کے ایک لڑکے کی فائرنگ سے میرا بچہ شہید ہوا اس نے دو فائر کیے آپ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر ایک فائر ہو تو اسے قتل خطا کہا جاتا ہے۔ لیکن دو فائر سے تو قتل خطا والی بات نہیں رہتی۔

سوال: آپ کو کس ذریعے سے پتہ لگا کہ آپ کا بیٹا احمد مسعود نامی لڑکے کی فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے۔

جواب: بعد میں مرکز "الدعوۃ" کے ہی کچھ افراد ان کے بڑے لیڈروں کے کرتوت دیکھ کر ان سے علیحدہ ہو گئے تھے ان میں معسکر طیبہ کے امیر لیسین اثری اور معسکر اقصیٰ کے امیر محمد اشتیاق اور ایک دو اور افراد شامل تھے انہوں نے مجھے حقیقت حال سے آگاہ کیا یہ لوگ وہیں ہوتے تھے جہاں میرا بیٹا شہید ہوا ہے۔ یہ ساری صورت حال سے واقف تھے لیکن جب مجھے حقیقت حال کا علم ہوا تو میرے دل کو شدید دھچکا لگا میں نے پروفیسر سعید صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہنے لگے قاری صاحب وہ بچہ بڑا نیک ہے۔ جس کے ہاتھ سے سہواً فائر ہو گیا جو ضیاء الحفیظ کو لگ گیا وہ کہتا ہے مجھے نہیں پتہ کس طرح مجھ سے فائر ہو گیا۔

سوال: حافظ سعید صاحب نے آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا کہ ضیاء الحفیظ کمیونسٹ کی گولی سے نہیں مرکز الدعوۃ ہی کے کسی لڑکے کے فائر سے شہید ہوا، جو غلطی سے چل گیا تھا؟

جواب: ہاں بالکل پروفیسر سعید (صاحب) نے اس بات کا اقرار کیا اور جس لڑکے سے گولی لگی اس کا نام بتایا۔ براہ مہربانی آپ اس طرح لکھیں جس طرح میں

کہ رہا ہوں۔ میں پوری ذمہ داری سے بات کہ رہا ہوں۔ اگر قوم کا ایک بچہ بھی ظلم اور بربریت سے بچ جاتا ہے تو آپ کا بہت بڑا احسان ہو گا۔

سوال:۔ کیا ابتداء میں مرکز الدعوۃ والوں کو بھی صحیح واقعہ کا علم نہیں تھا جس کی وجہ سے انہوں نے مجلہ الدعوۃ میں حقیقت کے برعکس رپورٹ شائع کی؟

جواب:۔ پتہ کیوں نہیں تھا جناب سب پتہ تھا مجلہ "الدعوۃ" میں جان بوجھ کر جھوٹی رپورٹ چھاپی گئی ہے مجلہ "الدعوۃ" والوں کی عادت ہے۔ وہ عوام کو کیش کرنے کیلئے جھوٹے اور من گھڑت شہادتوں کے واقعات بالکل افسانوی انداز میں لکھ کر چھاپتا ہے۔ یہاں آپ مجلہ "الدعوۃ" میں چھپنے والی رپورٹوں کی صحت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب وہ ایک عالم دین کے بیٹے سے متعلق جھوٹی اور من گھڑت رپورٹ شائع کر سکتے ہیں تو عام اہلحدیث خاندان کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

سوال:۔ اس بات میں کہاں تک صداقت ہے کہ مرکز الدعوۃ نے آپ کو بطور دیت کچھ رقم ادا کر دی ہے؟

جواب:۔ یہ جھوٹ ہے۔ انتہا کر دی ہے چالبازی کی۔ انہوں نے چالیس ہزار روپے کا ڈرافٹ چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں کراچی اور پنجاب میں تقسیم کیے ہیں مجھے بتائیں ایسا دنیا میں کونسا ملک ہے۔ جو پیسے مجھے دے دے اور چیک ان کے حوالے کر دے کتنا بڑا مذاق ہے اس شخص کے ساتھ جس کا کلیجہ چھید اگیا ہے۔ ضیاء الحفیظ کی والدہ اس غم میں پاگل ہو گئی ہے۔

سوال:۔ الدعوہ والوں کی شرعی عدالت میں بھی اس مسئلے کو اٹھایا گیا ہے۔

جواب:۔ ایسی شرعی عدالت جس کے جج مفتی عبدالرحمن صاحب تھے۔ جو ان کے اپنے آدمی تھے جن کو میں قتل میں ملوث کہتا ہوں ان کا کھا کر ان کا پی کر ان سے تنخواہ لے کر ان کے اے سی کمروں میں بیٹھ کر فیصلہ کریں۔ ہم مقتولوں کا کہاں کا انصاف ہے؟ مفتی عبدالرحمن صاحب نے راولپنڈی میں جھوٹ بولا کہ میں نے قاری عبدالحفیظ کو (پانچ لاکھ یا غالباً دس لاکھ کہا تھا۔ دس لاکھ روپے دیئے ہیں اسی طرح مرکز الدعوۃ کے ہی آدمی عبدالغفار اعوان (صاحب) نے میرے داماد کو کہا کہ اگر ہم نے اسے مارا ہے تو ہم نے اس کی قیمت بھی ادا کر دی ہے۔

سوال:۔ شرعی اصطلاح میں لفظ جہاد کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

جواب:۔ جدوجہد کے معنوں میں کوشش کے معنی میں ہاتھ سے تلوار اور زبان سے قلم کی طرف جانے والی ہر وہ کوشش جس کا مقصد اللہ کے دین کی سر بلندی ہو جہاد ہے، جہاد کے مفہوم کو ایک خاص مقصد کے تحت محدود کیا جا رہا ہے۔ وہ خاص مقصد دولت اکٹھی کرنا ہے۔ مرکز الدعوۃ اور اس کے لیڈر خود اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں جہاد وہاد نہیں بلکہ ان کا کاروبار ہے۔ اگر یہ جہاد کشمیر کو واقعی جہاد سمجھتے تو ان میں سے کسی کا بچہ وہاں شہید ہوا ہوتا کوئی زخمی ہوا ہوتا لیکن اپنے بچوں کو بچا کر رکھتے ہیں دوسروں کے بچوں کو مرواتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اس کام میں مخلص نہیں ہیں، عوام اہلحدیث بڑی سادہ لوح ہے، انہوں نے گہرائی میں جا کر نہیں دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے، کوئی لمبی داڑھی رکھ لے اور شلوار ٹخنوں سے اوپر لے کر بس اس پر اعتماد کر لیں گے باقی خواہ وہ لڑکیاں بیچتا ہے یا پوری جماعت کو بیچ کر کھا جائے اس کو کچھ نہیں کہیں گے۔

سوال:۔ قرآن ہمیں کسی کی مخالفت میں حد سے آگے نکلنے سے منع کرتا ہے؟ آپ عوامی اجتماعات میں ان کے خلاف بڑی سخت زبان استعمال کرتے ہیں ایسا کیوں کرتے ہیں؟

جواب:۔ میرے ساتھ ظلم ہوا میرا حق ہے جن لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے ان لوگوں کے خلاف آواز بلند کروں یہ میرا وہ حق ہے جو قرآن نے مجھے دیا ہے۔ **ترجمہ:** اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو اعلانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو۔ اگر میں عوامی اجتماعات میں اعلانیہ مخالفت کرتا ہوں تو میرا یہ عمل قرآن کے عین مطابق ہے۔

ان لوگوں نے اپنی شلواریں پنڈلیوں تک لوگوں کو دکھانے کیلئے کی ہیں۔ ان کے نزدیک بس سارا تقویٰ اسی میں ہے۔

یوتھ فورس بے دین: یہ مرکزی جمعیت (اہلحدیث) کے لوگوں کو بد عمل کہتے ہیں۔ (اہلحدیث یوتھ فورس والوں کو بے دین کہتے ہیں۔ جب علامہ ظہیر شہید ہوئے تو پروفیسر صاحب نے یہ بات کہی کہ میاں شہید ہونا ایک الگ مرتبہ ہے۔ وہ مارا گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

"اظہار تعزیت"

ابھی جام عمر بھرا تھا کف دست ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

ثناخوان مصطفی ﷺ بے عاشق رسول جناب بدرالدین بدر (آف گوجرہ شریف) معروف شاعر پروفیسر اقبال عظیم اور بابا عبدالغنی خادم علی پور سیداں شریف رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون"

ہو رحمت و غفران ہمہ اُن کی لحد پر ہو خالق اکبر کا کرم اُن کی لحد پر

"مجلۃ الحقیقۃ" شکر گڑھ کے سرپرست اعلیٰ مفکر اسلام شیخ طریقت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی، مدیر اعلیٰ شجاعت علی مجاہد مدیر مسئول غلام مصطفیٰ مجددی، مجلس ادارت محمد اسلم نذیر اور دیگر کارکنان شیران اسلام نے ان حضرات کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

تحقیقِ تراویح

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

*****

"یبیتون لربھم سجدا و قیاما"

اللہ کریم کی رحمتیں اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی رافتیں اہل ایمان پر بارش کی طرح برس رہی ہیں، ماہ رمضان جرم و عصیان سے دامن دل کو طہارتیں بانٹتا ہوا گزر رہا ہے۔ احساس ندامت سے پیشانیاں عرق ریز ہیں۔ گردنیں خم ہیں جسموں پر کپکپاہٹ طاری ہے دینے والے دے رہے ہیں لینے والے لے رہے ہیں۔ کتنا مبارک مہینہ ہے کہ جسمیں ایک نفل کے بدلے فرض کا ثواب ملتا ہے اور ایک فرض کے بدلے ستر فرضوں کا اجر عطا ہوتا ہے جب اہل ایمان فرض نمازوں کے علاوہ رات کو بیس رکعت تراویح بھی ادا کر رہے ہوں تو اجر و ثواب کے کسقدر دریا رواں دواں ہوں گے، نماز تراویح اس ماہ کی رحمت سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کا ذریعہ ہے تصور کیجیے اس روح افروز منظر کا جب اہل ایمان اپنے خالق و مالک کے حضور دست بستہ کھڑے ہو کر نہایت ادب و احترام سے اس کا لاہوتی کلام سنتے ہیں، اگر دل میں جذب کامل ہو تو زندگی کی اہم تمنا یہ ہوگی کہ یہ گھڑیاں امر ہو جائیں، لمحے، صدیوں کا روپ بدل لیں، ہم یونہی ایمان کی معراج پہ اپنے رب کریم سے ہمکلام رہیں کہ پیغام اجل آجائے۔

دی جان کس خوشی سے ہۃ تیغ داغ نے

لب پہ تبسم اور نظر یار کی طرف

تسلیم و رضا کے مرحلے اس ماہ مکرم کا حصہ ہیں، حضور ﷺ نے ایسے تو نہیں فرمادیا جس نے رمضان میں ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض فتنہ ساز لوگوں نے اس عمل کو امت مسلمہ کی نظر میں مشکوک کرنے کی کوششیں شروع کر رکھی ہیں، جب بھی ماہ رمضان آتا ہے، بڑے بڑے اشتہارات چھپتے ہیں لاکھوں روپے انعام مقرر ہوتا مناظروں کے چیلنج دیے جاتے ہیں، شرطیں باندھی جاتی ہیں، شور مچایا جاتا ہے کہ بس جی تراویح کی تو آٹھ رکعات ہیں، بیس پڑھنے والے بدعتی ہیں، وغیرہ، حالانکہ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آٹھ رکعات کے ساتھ لفظ تراویح موزوں ہی نہیں اور پھر یہ فتنہ بھی انگریزوں کے دور سے شروع ہوا ہے، تاکہ اس ہر عمل کی طرح اس عمل کو بھی بحث و تمحیص کی نظر کر دیا جائے جس پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ اس سے کیا ہوگا؟ مسلمان مختلف نظریوں اور عملوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور یہ فطری مذہب بھی بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا، یہ انگریزوں اور ان کے پروردہ نگاہ مولویوں کی بھول ہے وہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، جب کہ اللہ اپنے نور کو تمام زمانے میں پورا کرنا چاہتا ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے، ہر صاحب انصاف کو واضح نظر آئے گا کہ بیس تراویح پر صدر اول سے لے کر آج تک اجماع امت ہے، کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی محدث اور کسی صوفی نے بیس تراویح پر بدعت و ضلالت کا فتویٰ نہیں لگایا، مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت، مومنوں کے سواد اعظم کا اسی پر عمل ہے، پوری امت مسلمہ کے مقابلے میں چند مولوی ہیں جو دین ملائی فی سبیل اللہ فساد کے مصداق گمراہی پھیلا رہے ہیں اور اہل اسلام کے ذوق عبادت کو مجروح کر رہے ہیں۔ ان ناعاقبت اندیشوں کو احساس نہیں کہ امت مسلمہ کن خوفناک مسائل کا شکار ہے اور وہ مزید کن مسائل کا شکار کر رہے ہیں

گزر گئی جو ستاروں پہ آخر شب

شعاع خندہ زن آفتاب کیا جانے

رسول اللہ ﷺ کا عمل :

قرآن کریم نے ہمیں ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ دیکھنے کی ہدایت کی ہے، فرمایا و ما اتکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنہ فانتھوا، اور رسول تمہیں جو کچھ عطا فرمائے لے لو، جس سے روکے، رک جاؤ، آیئے دیکھتے ہیں اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ نے کیا عمل پیش کیا ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ رات کے درمیانی حصہ میں گھر سے تشریف لے گئے آپ نے مسجد میں نماز ادا کی، لوگوں نے آپ کے پیچھے وہی نماز ادا کی، تو لوگوں نے اس نماز کا خوب تذکرہ کیا لہذا دوسری رات لوگوں کی تعداد پہلے سے زیادہ ہو گئی آپ نے نماز پڑھائی، لوگوں نے آپ کے پیچھے وہی نماز ادا کی جب صبح ہوئی تو پھر اس نماز کا شہرہ ہوا۔ تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بڑھ گئی، آپ نے نماز پڑھائی، چوتھی رات لوگوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ مسجد تنگ دکھائی دیتی تھی چوتھی آپ مسجد میں فجر کی نماز پڑھنے ہی تشریف لائے۔ نماز فجر کے بعد لوگوں کی طرف نظر کرم فرمائی اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا مجھے تمہارے آنے کی خبر تھی، میں اس لیے نہ آیا کہ کہیں نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ اور تم سے اس کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے۔ آپ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اور معاملہ پہلے کی طرح رہا۔ (بخاری جلد ا ص ۲۶۹)۔ یہ روایت نماز تراویح کے بارے میں ہے۔ اب اس نماز کی رکعات کتنی ہوتی تھیں، صحابی رسول امام المفسرین حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَالْوِتْر" یعنی حضور رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے، (مصنف ابن شیبہ جلد ۲ ص ۲۹۴) اسی طرح کی روایت حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور نے صحابہ کو بیس رکعتیں (یعنی عشاء کی اور بیس رکعتیں تراویح کی) پڑھائیں اور تین وتر پڑھائے۔

فاروق اعظم کا عمل: حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ، حق عمر فاروق کی زبان پر بولتا ہے۔ آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ نماز تراویح کی امامت کرائیں۔ فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً، تو ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو بیس رکعات پڑھائیں، (کنز العمال جلد ۸ ص ۴۰۹)۔ ابوداؤد شریف اسی طرح کی روایت حضرت حسن سے مروی ہے، (جلد ا ص ۲۰۲)۔ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تیس رکعات یعنی بیس تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے، (موطا مالک جلد ا ص ۹۸)۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَھْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً" یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر کے دور میں بیس رکعات پڑھا کرتے تھے (بیہقی جلد ۲ ص ۲۹۶)

علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا عمل: حضرت ابو عبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراءِ عظام کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً قَالَ وَکَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُوْتِرُ بِھِمْ" کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ خود وتر پڑھاتے تھے، (سنن بیہقی جلد ۲ ص ۴۹۶) یہ حضرت ابوالحسنا علیہ الرحمۃ سے مروی ہے جسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں نقل کیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بیس تراویح ہی ثابت ہیں۔ (مختصر مروزی ص ۱۵۷)۔

حضرات والا، مذکورہ صدر روایات سے معلوم ہوا کہ بیس رکعات تراویح خلفائے راشدین کے معمول سے ثابت ہے، اور یقیناً خلفائے راشدین نے وہی عمل کیا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ خلفائے راشدین تو حضور کے خلاف عمل کریں اور آج کے غیر مقلدین چودہ سال کے بعد پیدا ہو کر حضور کے مطابق عمل کریں، کیا ان کو ان سے زیادہ سنت کی خبر ہے، خلفائے راشدین کے بارے میں حضور کی حدیث مبارک عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ، تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو،

اجماع صحابہ سے ثبوت: حضور سرور کائنات ﷺ کے صحابہ کرام انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں برگزیدہ تھے، وہ حضور کے حسن تربیت کے شہکار تھے، ان کا کسی امر پر مجتمع ہونا معمولی بات نہیں دین کا حصہ ہے، خلفائے راشدین، بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ اور تمام صحابہ عمل کرتے تھے، کسی صحابی نے بھی اختلاف نہیں کیا، حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں لوگ بیس تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے، "وَھٰذَا کَالْاِجْمَاعِ اور یہ اجماع کی مانند ہے۔ (المغنی جلد ۲ ص ۱۶۷) امام قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری شرح البخاری میں، امام علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں، علامہ سید مرتضےٰ زبیدی نے اتحاف السادۃ میں بیس تراویح پر اجماع صحابہ ثابت کیا ہے۔

اجماع تابعین سے ثبوت: تابعین کرام کا مقام صحابہ کرام کے بعد پوری امت مرحومہ میں بلند ہے، ان کے عمل کو بھی قرآن کریم نے حجت قرار دیا ہے، فرمایا وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ، جنھوں نے احسان کے ساتھ صحابہ کی پیروی کی ان سب سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اس مسئلہ میں جب ہم تابعین کرام کا عمل بھی دیکھتے ہیں تو ان میں بھی کوئی اختلاف نظر نہیں آتا، سب تابعین کرام بیس رکعات تراویح ہی ادا فرماتے تھے، امام بیہقی کی سنن میں ہے، "انبانا ابو الخطیب قال کان یومنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة"، حضرت ابوالخطیب علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ہماری جماعت کراتے اور پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے، (سنن بیہقی جلد ۲ ص ۲۹۶)۔ اسی طرح حضرت ابوالبختری، حضرت علی بن ربیعہ، حضرت حارث بن عود، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ، حضرت عمران عبدی، حضرت شتیر بن شکل، حضرت سعید بن ابی الحسن، حضرت عطا بن ابی رباح، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ابن ابی ملیکہ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم جیسے تابعین کرام بیس رکعات ہی ادا فرماتے۔ ان کے بارے میں حضرت ابن شیبہ علیہ الرحمۃ نے اپنی مصنف جلد ۲ میں تصریح فرمائی ہے، امام ترمذی علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں۔

"اکثر اھل العلم علی ماروی علی و عمر و غیر ھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة وھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک"، اکثر اہل علم بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمر و علی اور دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے، یہ سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک کا